بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل اشاعت کے چالیس سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

481

شعبان، رمضان ۱۴۲۶ھ

ستمبر 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلبأ نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلبأ علوم نبویہ سے ہرسال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7-01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5-17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1120

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

قرآن اکیڈ
نمبر ۱۵
12-10-05

ماہنامہ الحق کی جلد نمبر ۴۰ کا اشاریہ رمضان ۱۴۲۵ھ تا دو شعبان ۱۴۲۶ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء تا ستمبر ۲۰۰۵ء

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ واران صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ---------مدیر---------

نقش آغاز/وفیات

الحق کی چالیسویں جلد کا آغاز ۲
ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کا ذمہ دار کون ۲
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان کی المناک شہادت ۴
حضرت مولانا محمد صادق کی جدائی ۶
عالم اسلام کی مجموعی صورتحال کا ایک دلخراش منظر ۶۶
فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی وفات ۶۹
عرب امارت کے فرمانروا شیخ زائد بن سلطان النہیان کی رحلت ۷۰
بحر ہند کا قیامت خیز زلزلہ اور ہلاکت آفریں طوفان (مولانا ابراہیم فانی) ۱۳۸
دارالعلوم کے مخلص فاضل مولانا نور الحق حقانی کا سانحہ ارتحال ۱۳۹
امریکی جارحیت کے نئے ہدف ایران اور شام ۲۵۲
پاکستانی حجاج کرام کی آزمائش کب ختم ہوگی؟ ۲۵۴
پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کا خاتمہ ...... سیکولرازم کی سمت ایک بھیانک قدم ۲۶۶
ایک انمول دوست کی شہادت ۲۶۸
حضرت مولانا محمد انور کبیر والا کی وفات ۲۷۱
مولانا عبدالواحد کو صدمہ ۲۷۱
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ یورپ کے امتیازی سلوک کے مضمرات و محرکات ۳۳۰
وفاق المدارس کے زیر اہتمام اسلام آباد میں دینی مدارس کے کردار و اہمیت کے متعلق ایک عظیم الشان تاریخی اجتماع ۳۹۴
دارالعلوم حقانیہ کے سابق استاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی جدائی ۳۹۵
قرآن پاک کی بے حرمتی اور عالم اسلام کے بے حسی ۴۵۸
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کا سانحہ ارتحال ۴۵۹
مدارس اسلامیہ کے خلاف مغربی ممالک اور حکمرانوں کی مشترکہ یلغار۔ خادم الحرمین شاہ فہد کی رحلت۔ رمضان تزکیہ نفس خود احتسابی اور قرب الٰہی کا مہینہ ۵۴۹-۶۱۵

عالم اسلام

"برہمن" کی پختہ زناری بھی دیکھ (م۔ عتیق الرحمان سنبھلی) ۳۷
روہنگیا مظلوم قوم کی حالت زار (مولانا نور محمد عباس) ۱۳۳
موجودہ عالمی انتشار اور اسلام کا امن آفریں پیغام (مولانا مصلح الدین قاسمی) ۱۴۴
عالم اسلام لادینیت اور سیکولرازم کی زد میں (مفتی ذاکر حسن نعمانی) ۲۴۸
برطانیہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت (اوریا مقبول جان) ۲۵۸
اندرون چنگیز سے تاریک تر (عرفان صدیقی) ۳۴۱
مولانا سمیع الحق اور جارج (عرفان صدیقی) ۳۴۴
برسلز میں پاکستانی وفد کے ساتھ بدسلوکی (احمد ندیم قاسمی) ۳۴۶
حب الوطنی اور ملی غیرت کا تقاضا (عبدالقادر حسن) ۳۴۸
مولانا سمیع الحق کے ساتھ غیر مہذب برتاؤ (اعجاز الحق صدیقی) ۳۵۴
یورپی یونین کا دوہرا معیار (چوہدری احسن پریمی) ۳۵۵
اسلام ایک نظریہ ہے اور مغرب صرف ایک طاقت (عیسیٰ منصوری) ۴۱۸
یہودی سیاست اور نئے پوپ (اسامہ عبدالحکیم) ۵۴۲
مولانا سمیع الحق کے نام شاہ فہد اور نئے حکمران شاہ عبداللہ کے خطوط۔ عالم اسلام کے بدلتے حالات پر مولانا سمیع الحق کا مغربی میڈیا سے مکالمہ۔ عالم اسلام صلیبی دہشتگردی کے نرغے میں۔ ۵۵۴-۵۵۵-۵۷۰-۶۴۷
امریکی جنرل کلے بکنگھم کا مولانا سمیع الحق سے خصوصی مکالمہ۔ ۶۲۷
جنگوں کا اصل ذمہ دار کون (مولانا ابوالحسن علی ندویؒ) ۶۴۱
برطانیہ کے اعلیٰ طبقہ میں اسلام کی رغبت (نکولس ہیلین) ۶۵۷

خطبات و مواعظ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (مولانا سمیع الحق) ۷-۷۱-۱۴۰-۲۰۵-۲۷۲-۳۵۸-۳۹۷-۴۶۲
موت ایک اٹل حقیقت (مولانا انوار الحق) ۳۳-۷۸
حقیقی محبت کے کرشمے (مولانا انوار الحق) ۱۴۷-۲۱۲
کمالات و محاسن خیر الانامؐ (مولانا انوار الحق) ۲۷۹، ۳۶۳، ۴۰۴، ۴۶۸
وقت کا زبردست چیلنج اور اس کا مقابلہ (مولانا ابوالحسن علی ندوی) ۵۶۴
اتباع سنت (مولانا انوار الحق) ۵۶۶
رمضان کی فضیلت (مولانا عبدالحق صاحبؒ) ۶۱۷

تاریخ ادب و سوانح

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (ڈاکٹر محمد جنید ندوی) ۸۰-۱۵۰
صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود (ڈاکٹر قاری محمد طاہر) ۹۵
اردو زبان میں "لغات الحدیث" پر ہونے والے کام کا جائزہ (ڈاکٹر محمد جنید ندوی) ۲۸۱
خلافت فاروقی میں اقلیتوں کے حقوق و مراعات (محمد یونس مئو) ۲۹۸
محرکات دیوان شرق و غرب (میاں غلام قادر) ۳۰۷
سر اقبال بنام "حسین احمد" (عتیق الرحمان سنبھلی) ۴۰۸
علاقہ چھچھ کے ایک ولی کامل (مولانا سعید الرحمان) ۴۲۶
بزم حقانیہ کے بجھنے والے چند "پرانے چراغ" (مولانا سمیع الحق) ۴۶۰
عالم اسلام صلیبی دہشتگردی کے نرغہ میں (مولانا سمیع الحق) ۴۷۲
مولانا مفتی رشید احمد حقانی صاحب چند یادیں (مولانا ابراہیم فانی) ۴۹۴
حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمان (مولانا عرفان الحق) ۵۰۴
جمیعت کا سرفروش مجاہد خواجہ محمد صادقؒ (پروفیسر ہارون الرشید) ۵۸۸

ملکی صورتحال

پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ۔ پس منظر اور ضروریات (مولانا اکرام اللہ جان قاسمی) ۳۰۲
قومی اسمبلی اور سینٹ کا پہلی بار اتفاق رائے مظاہرہ (رانا غلام قادر) ۳۵۴
مولانا سمیع الحق کا جرم واضح ہے (پروفیسر رشید احمد انگوی) ۵۰۱

مدارس اسلامیہ میں عصری علوم کتنے مفید' کتنے مضر (مولانا محمد اشرف علی) ۴۸۸

بحث و تحقیق

ترجمان القرآن میں جمال فطرت کا مطالعہ (ڈاکٹر محمد سعود عالم) ۱۳
تحدید نسل (خاندانی منصوبہ بندی) کا فلسفہ (مولانا یحییٰ نعمانی) ۲۷
اسلام۔ مذہب رواداری یا دہشتگردی (ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی) ۴۳
اقبال کا نظریہ تعلیم اور عصر حاضر (ابرار خٹک) ۵۸
فرانس اور مغرب میں حجاب کا مسئلہ کیوں اٹھا؟ (ڈاکٹر ظفر علی راجا) ۱۰۰
رسول اللہ سے بیس رکعت تراویح پڑھنے کی تحقیق (مفتی مختار اللہ) ۱۱۳
کائنات روحانی (مولانا مناظر احسن گیلانی) ۲۱۶
قرآن کریم اور ہم۔ قرآن کا اعجاز (پروفیسر قاضی حلیم فضلی) ۲۳۲
یورپ اور مریکی معاشرے کو متعصب بنانے کی منصوبہ بندی (ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری) ۲۴۲
اقبال رشک بلال (ابرار خٹک) ۲۵۵
عصر حاضر میں جہاد سے متعلق مسائل (محمد مشتاق احمد) ۳۶۸۔۴۳۴۔۴۸۰
محمد مرڈیوک پکتھال کی علمی وقرآنی خدمات (ڈاکٹر حقانی میاں قادری) ۵۸۴
جبری اور اختیاری پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ (مختار اللہ) ۵۹۱
موبائل فون کتنا مفید کتنا مضر (ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی) ۶۰۱
تبدیلی فکر ونظر کی دعوت (راشد شاذ) ۶۵۹
رمضان المبارک غزوات' اہم واقعات (محمد ظہیر الدین) ۶۶۴
رمضان کے فضائل (حافظ شوکت علی حقانی) ۶۶۸

اصلاح وارشاد' دعوت و تبلیغ

شرک کی طبیعت ظلم اور وہم ہے (عندلیب سبک) ۵۳
حج اور دربار کریمی (مولانا الیاس نعمانی) ۱۱۱
قربانی اور مسائل عید قربان (مفتی مختار اللہ حقانی ۱۶۴
شریعت میں عرف و عادت کا پس منظر (مولوی تاج محمد حقانی) ۱۸۱
میڈیا اور دعوت اسلامی (مولانا سید محمد واضح رشید ندوی) ۲۳۶
اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک کیسے بنے (مولانا خلیق احمد مفتی) ۳۵۹
مسلمانوں کیلئے ویلنٹائن اور اپریل فول منانا (مفتی مختار اللہ حقانی ۳۱۳
بچوں کی تعلیم وتربیت اور انکی رہنمائی کا طریقہ کار (ناہید علی زئی) ۴۴۵
مقبوضہ آباد شدہ شاملات کا حکم (مفتی مختار اللہ حقانی) ۵۰۹
حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین (ڈاکٹر دلشاد بیگم) ۵۷۸

افکار و تاثرات

رسول اکرم کے خلاف جھوٹ کا پلندہ اور (عبد المجیب) ۴۲۲

دارالعلوم کے شب و روز

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانی نتائج میں جامعہ حقانیہ کی امتیازی پوزیشن (شفیق الدین فاروقی) ۶۱
دارالعلوم میں دورۂ تفسیر کی رونقیں ۶۱
فرانسیسی سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد ۶۱
دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ۱۳۴
حضرت مہتمم صاحب کے بیرون ملک اسفار ۱۳۴
برطانوی سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد ۱۳۴
نامور روحانی شخصیت پیر عبدالحبیب کی وفات ۲۶۰
حضرت مولانا سید رحیم اللہ باچا صاحب کی اہلیہ کا انتقال ۲۶۱
جامعہ عربیہ معراج العلوم کے نائب مہتمم مولانا شفیق الرحمان کی شہادت۔ ۲۶۱
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا دورۂ قطر ۳۲۳
نئے گورنر سرحد کی دارالعلوم آمد ۳۲۴
وفاقی وزیر شیخ رشید احمد کی دارالعلوم آمد ۳۲۴
برٹش ہائی کمیشن اور برطانیہ کے اعلیٰ سطحی وفد کی دارالعلوم آمد ۳۲۴
عالمی قراء کی دارالعلوم آمد ۳۲۵
دارالعلوم کے اساتذہ کا سفر حج ۳۲۵
دارالعلوم کے طلبہ کا دوسرا امتحانی جائزہ ۳۲۵
دارالعلوم کے انتہائی مخلص میاں حضران بادشاہ کیلئے دعائے صحت کی اپیل ۳۲۵
ایوان شریعت ہال میں طلباء کے لئے تقریب انعامات کا انعقاد ۴۵۳
دارالعلوم کے وسطانی امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرنیوالے طلباء۔ ۴۵۳
وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق کی دارالعلوم آمد ۵۴۵
مولانا انوار الحق صاحب کی ملتان روانگی' دارالعلوم کے ماہانہ امتحانات ۵۴۵
جناب سلیم سیف اللہ کی دارالعلوم آمد۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خاص عقیدت مند جناب احمد صاحب کی وفات ۵۴۵
جلسہ دستار بندی کی تقریب۔ سالانہ امتحانات' ملکی وغیر ملکی صحافیوں کی آمد۔ اجلاس میں مولانا انوار الحق کی شمولیت۔ مولانا نجم الرحمان کی وفات۔ مولانا فضل معبود' مولانا فضل غنی' کرنل عبدالجبار کی رحلت .... ۶۰۴۔۶۰۵۔۶۰۶
ختم بخاری شریف وجلسہ دستار بندی خطاب (مولانا انوار الحق) ۶۵۴

تبصرہ کتب

معالم التجوید (قاری عبدالرؤف مدنی) ۶۳
غیث الغمام فی مناقب امام ابی حنیفہؒ (مولانا عبدالاول بنوری) ۶۳
عوام کا بے تاج بادشاہ (مولانا عبدالخالق) ۶۴
تطبیق الآیات (مفتی ذاکر حسن نعمانی) ۱۳۵
نقوش آگہی (کرنل محمد اعظم) ۱۹۸
اسلامی آداب زندگی (محمد منصور الزمان صدیقی) ۲۶۲
نقش سرسید (ضیاء الدین لاہوری) ۲۶۳
درس قرآن (مولانا محمد منظور نعمانی) ۳۲۶
سوانح شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (مولانا عبدالقیوم حقانی) ۳۲۷
آب حیات لاہور (خصوصی شمارہ) ۳۹۰
جمال محمدؐ کا دلربا منظر (مولانا عبدالقیوم حقانی) ۳۹۰
حدائق الحنفیہ (مولانا فقیر محمد جہلمی) ....
حفظ الاسرار بتعلیم سید الابرارؐ (مولانا عبدالقیوم حقانی) ۴۵۵
ماہنامہ ''الاحسن'' (مفتی محمد زرولی خان) ۵۴۶
الحصن الاعظم اردو شرح الحزب الاعظم (ڈاکٹر ظفر نیاز) ۵۴۶
الجمع بین الاثار' (محمد ایوب) شرح العقیدۃ الطحاویۃ (علامہ عبدالغنی المیدانی) حیات ابن مریم (مترجم مولانا ابوطلحہ) ...... ۶۰۸۔۶۰۹
آئینہ اصول حدیث۔ (مفتی انعام الحق) تحفہ عثمانیہ (شارح مولانا مفتی ذاکر حسن) .... ۶۰۹۔۲۱۰
تاریخ دیوبند (سید محبوب علی)۔ توضیح الراشدہ (مفتی فدا محمد)۔ اخلاص و اہل اخلاص (مولوی عبدالباری) .... ۶۷۴۔۶۷۵

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ----- 40
شمارہ نمبر ----- 12
شعبان رمضان ۱۴۲۶ھ
ستمبر --- ۲۰۰۵ء

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: رمضان المبارک، تزکیہ نفس، خود احتسابی اور قرب الٰہی کا مہینہ.......... راشد الحق سمیع ۲
رمضان المبارک کی فضیلت.......... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ ۴
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۱۰
امریکی جنرل کلے بکنگھم کا مولانا سمیع الحق صاحب کیساتھ خصوصی مکالمہ....... مولانا عرفان الحق حقانی ۱۴
عراق میں شکست مگر کس کی؟.......... مولانا نور عالم خلیل امینی ۱۸
دینی مدارس کی اہمیت کے متعلق سینٹ میں خارجہ کمیٹی کی میٹنگ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی برطانوی سفیر اور دولت مشترکہ کے سیکرٹری خارجہ سے مذاکرہ.......... ادارہ ۲۶
جنگوں کا ذمہ دار کون.......... حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۲۸
عالم اسلام صلیبی دہشت گردی کے نرغہ میں...... (آخری قسط).......... ادارہ ۳۴
ختم بخاری وجلسہ دستار بندی سے خطاب.......... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۴۱
برطانیہ کے اعلیٰ طبقے میں اسلام سے رغبت.......... نکولس ہیلین ۴۴
تبدیلی فکر و نظر کی دعوت.......... جناب راشد شاز ۴۶
رمضان المبارک، غزوات، اہم واقعات اور عظیم شخصیات کی وفات کا مہینہ...... محمد ظہیر الدین بھٹی ۵۱
رمضان المبارک کے فضائل احکام و مسائل.......... حافظ شوکت علی حقانی ۵۵
تبصرہ کتب.......... مدیر کے قلم سے ۶۱

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز   بسم اللہ الرحمن الرحیم   راشد الحق سمیع حقانی

رمضان المبارک، تزکیہ نفس، خود احتسابی اور قربِ الٰہی کا مہینہ

اسلامی سال کا سب سے محترم ومکرم مہینہ الحمدللہ شروع ہے، اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتیں موجزن ہیں۔ اور اس کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت اتنی قیمتی ہے کہ پوری دنیا کی مال ومتاع اس کے سامنے بے مایہ ہے۔ انوار وبرکات کی آبشاروں سے پژمردہ دلوں کی سوکھی اور ویران کھیتیاں لہلہا اٹھی ہیں۔ گناہوں میں ڈوبے اور بادہ عصیاں سے تربتر انسانوں کے لئے یہ شہر مبارک نوید مغفرت ہے۔ ہر سُو مغفرت اور بخشش کے بادل ہیں جو پیہم برس رہے ہیں۔ چاہے کوئی پیاسا ہو یا نہ ہو اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جود وسخا اپنے عروج پر ہے لیکن وہ انسان زیادہ خوش قسمت ہیں جو طلب اور جستجو سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے بحر بیکراں سے گوہر مراد حاصل کریں۔

ہر مسلمان کے چہرے پر ایمان وتقویٰ کی روشنی نمایاں ہے۔ دنیا کے اقوام وملل اور مختلف مذاہب اسلام کے اس مقدس مہینہ رمضان المبارک جیسے بابرکت، پررونق اور عظیم الشان مہینے کی ادنیٰ مثال پیش کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ رمضان المبارک کی اتنی زیادہ برکات اور ہمہ جہت خصوصیات ہیں جسکا شمار یہاں پر ممکن نہیں۔ خود حضور ﷺ اسکی بشارت دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شھر عظیم شھر مبارک اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النار ''آپ لوگوں پر ایک عظیم مہینہ آنے والا ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت ہے درمیانی عشرہ مغفرت ہے اور آخری عشرہ جہنم کی آگ سے آزادی ہے۔'' اگر یہ تینوں نعمتیں کسی کے خالی اور خاک آلودہ دامن میں ڈال دی جائیں تو اس شخص کی سعادت اور خوش بختی کا کیا کہنے۔ اس مہینہ میں جہاں ہر نیک کام اور عمل کا اجر وثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے وہیں اس مہینے کے کچھ سخت تقاضے اور آداب بھی ہیں۔ رمضان المبارک کا ایک بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس، اپنے اعمال اور اپنے کردار کا محاسبہ کرے۔ اور یہ انسان جو سارا سال گناہوں اور دنیا کی محبت میں لتھڑا ہوا ہوتا ہے اور اس کے دل اور نفس پر جو گناہوں کا گرد وغبار اور زنگ چڑھ جاتا ہے، یہ مہینہ اس کے لئے صیقل گری کا کام کرتا ہے۔ اسی کا نام تزکیہ نفس ہے۔ اس مہینہ میں جہاں انسان کو تزکیہ نفس کا موقع ملتا ہے وہیں اس کو صبر وقربانی کا بھی درس دیا جاتا ہے۔ انسان اس مہینے میں صبر وقربانی کے ایسے ایسے مراحل طے کرتا ہے کہ عام حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ایک مختصر وقت میں انسان کئی سعادتوں سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ اور اس کی برکات وثمرات سے انسان سارا سال بار آور رہتا ہے۔

محترم قارئین رمضان المبارک کے ان قیمتی لمحات میں اپنے ان مستحق بھائیوں اور پڑوسیوں، قریبی رشتہ داروں اور ضرورتمندوں کا خاص خیال رکھیں کہ وہ بھی رمضان المبارک کی کامل خوشیوں سے مستفید ہوسکیں۔ حضور پاکؐ جو جودوسخا کے پیکر بے مثال تھے لیکن رمضان المبارک میں آپ اسقدر زیادہ فیاضی کا مظاہرہ فرماتے کہ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اس پر تعجب کا اظہار فرماتے۔ موجودہ حالات میں حضور پاک ﷺ کی اس مبارک سنت کا اتباع امت مسلمہ کیلئے انتہائی اور از حد ضروری ہے کیونکہ دنیا بھر میں اور خصوصاً پاکستان میں مسلم بھائیوں کی اکثریت غربت کی مقررہ شرح سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہمارے روزے، اعمال، تراویح اور دیگر عبادات اسوقت تک بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت نہیں پائینگے جب تک ہمارے آس پاس قرب وجوار اور خصوصاً پڑوسیوں اور دیگر اہل محلہ کی ضروریات، حاجات اور کھانے پینے کی اشیاء ہم انہیں فراہم نہ کریں۔ کیونکہ اسلام کا بنیادی فلسفہ اخوت اور مواسات پر مبنی ہے۔ اگر ہم کچھ ایثار اور سخاوت سے کام لیں تو تعجب نہیں کہ ہمارے آس پاس کوئی بھوکا اور پیاسا اس مبارک مہینے میں باقی نہ رہے اسکے علاوہ رمضان المبارک کی ان بابرکت ساعتوں میں اپنے ان مظلوم مسلم بھائیوں اور بے سہارا بہنوں کا تصور بھی ضرور آپکے سامنے رہے جو اس پُر امن اور پُر سکون مہینے میں بھی عالمی استعمار کے پنجہ استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں اور دن رات صرف اس جرم کی سزا کاٹ رہے ہیں کہ　ع　اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

جس وقت ہمارے سامنے نعمتوں سے بھرے دسترخوان سجے ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ہم لطف اندوز ہو رہے ہوں تو ذرا چشم تصور میں اپنے ان معصوم بہن بھائیوں کو بھی لائیے جن کے گھر بار اور سہاگ کفر اور اسلام کی موجودہ جنگ کی نذر ہو گئے ہیں۔ ان پر ہر صبح کا سورج قیامت کا منظر پیش کرتا ہے اور ہر رات کی تاریکی ان کے مقدر کی سیاہی میں اضافہ کرتی ہے۔ افتاد و مصیبت کی اس سخت گھڑی میں اگر ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تو ان مظلوم بھائیوں اور سر بکف مجاہدوں کیلئے دعا تو کر سکتے ہیں۔ جنکی قربانیوں سے اسلام کی سج دھج میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ایک نئی تاریخ رقم ہو رہی ہے۔　ع　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسی طرح عید کے موقع پر بھی ہمیں بیہودہ اور غیر شرعی خوشیاں نہیں منانی چاہئیں کہ اول تو یہ مسلمانوں کا شعار ہی نہیں اور پھر۔　ع　غریب وسادہ ورنگین ہے داستانِ حرم　اور دوسرا مسلمانوں کی حقیقی عید تو اس دن ہوگی جب عالمی استعمار سے عالم اسلام کا چپہ چپہ جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی، معاشی اور ثقافتی تسلط سے آزاد ہوگا۔ اور اسی طرح قبلہ اول یہود کے چنگل سے آزادی حاصل کرے تب ہی ہم خوشیاں منانے میں حق بجانب ہوں گے۔

آخر میں قارئین سے التجا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں دینی مدارس (جو اسلام کے قلعہ ہیں) اور شعائر اسلام کی حفاظت کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں کہ ''اپنوں'' اور بیگانوں کی نگاہوں میں یہ کھٹک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے آداب وتقاضوں کو پورا کرنے کا اہل بنائے۔ (امین)

دعوات حق — شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ

رمضان المبارک کی فضیلت اور صبر کی اہمیت

خطبہ جمعۃ المبارک ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم: قال رسول الله ﷺ هو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة وشهر المواساة وشهر يزاد فيه رزق المومن وقال عليه السلام هو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار (او كمال قال عليه الصلوة والسلام)

میرے محترم بھائیو! دوتین باتیں عرض کرنی ہیں:

صبر کا مہینہ رمضان شریف کا مہینہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اسمیں صبر کی تعلیم دی جاتی ہے' خواہشات کو روکنا' نفس کے اوپر کنٹرول کر کے نہ کھانا نہ پینا ظاہر بات ہے کہ اس وجہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے' رات کے وقت میں تراویح شرکت کی' ختم قرآن شریف یا سحری کے وقت دو تین گھنٹے بیدار رہنا' تہجد پڑھنا ظاہر بات ہے کہ یہ امور نفس کے اوپر شاق اور گراں ہیں۔ لیکن اس چیز کو ہم انتہائی ذوق شوق اور محبت سے بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے اور اس بھوک پیاس کو اس نفس کے کنٹرول کو اس رات کے بیداری کو' بڑی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں کہ یہ سب ہمارے لئے باعث خوشنودی خداوندی ہونگی اور جس چیز سے اللہ راضی ہو اور جس چیز کے بدلے جنت ملے۔

آج اگر ایک شخص دس روپے خرچ کرتا ہے' چار پانچ گھنٹے روزانہ ڈیوٹی دیتا ہے ملازمت کرتا ہے' تو اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس ڈیوٹی کے عوض ہمیں بھاری تنخواہ اور بڑا منافع ملے گا' تو اگر کوئی کہہ دے کہ خدا تمہیں اس نوکری سے معزول کر دے' تمہاری یہ نوکری ختم ہو جائے تو آپ کہیں گے کہ تم نے بددعا کی' بھلائی تو نہ کی اس لئے اگر خدا کے راستہ میں چند گھنٹے بھوک اور پیاس تکلیف برداشت کرلیں اور اس کے بدلہ اللہ کی خوشنودی' رضا اور اللہ کا دیدار میسر ہو تو کتنا اچھا سودا ہے۔ حضور ﷺ نے مختصر الفاظ میں فرمایا' والصبر ثوابه الجنة صبر کا بدلہ جنت ہے' تو رمضان کے روزوں اور ان کی مشقت کی وجہ سے رات کی تراویح' تہجد' تلاوت قرآن سے جو مشقت پہنچے گی اس کا بدلہ ملے گا' جنت اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت نصیب فرمائے' تو صبر کا بدلہ جنت ہے اور فرمایا۔

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ خدا کی جانب سے خدا کے حکموں پر جو راضی ہوتے ہیں‘ اس کی جانب سے ملنے والے احکام کو بخوشی بجالایا جائے یہ نہیں کہ روزہ ہے تو تنگ و ترش رہے‘ ہر ایک سے لڑتا جھگڑتا رہے‘ دوسرے دیکھ کر کہیں کہ دیوانہ کتا ہے‘ یا شیر ہے کہ دھاڑ رہا ہے‘ کہتے ہیں کہ اسے چھیڑو مت اس کا روزہ ہے‘ اس کے ساتھ بات مت کرو اب چاقو مارے گا اور لڑے گا اور خود وہ بھی کہتا ہے کہ مجھے چھیڑو مت۔ میں روزے سے ہوں۔ بھئی کیا یہ روزہ تم نے بداخلاقی کا ذریعہ بنا دیا‘ روزہ تو انسان کے اندر اخلاق پیدا کرتا ہے۔

وسعت رزق: حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ ویزاد فیہ رزق المومن رمضان کے مہینے میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے‘ یہ ہمارا اور آپکا تجربہ ہے اور دو چار دن بعد روزہ ختم ہوگا تو فرق محسوس کرلو گے۔ بہت سے مسافروں کو رمضان کے علاوہ کہیں کھانا نہیں ملتا یہاں اسے کھانا دیں تو کہے گا کہ اللہ کے فضل سے میرے پاس کافی کھانا موجود ہے

غریب سے غریب مسلمان کیوں نہ ہو‘ افطار کے وقت سحری کے وقت گیارہ ماہ کے مقابلے میں دیکھ لیں کہ رمضان میں رزق کی وسعت ہوتی ہے‘ یقیناً فراخی ہوتی ہے یہ تو بالمشاہدہ ہم دیکھ رہے ہیں۔

مواساۃ اور غمخوارگی: اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ھو شھر المواساۃ یہ مہینہ غم خوارگی کا ہے اس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی افطاری کیلئے چار پانچ چیزیں رکھیں تو کم سے کم غریب کو بھی اس سے کچھ تو حصہ دینا ہے۔ اپنے سے بڑھ کر نہیں تو اپنے ساتھ برابر تو کرلو۔ لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون (سورۃ ۳ آیت ۹۲) .... جب تک اپنے پسندیدہ چیز کو اللہ کے نام پر خرچ نہ کردو تو تم برّ (نیکی) کے درجے حاصل نہیں کرسکتے‘ تو صحیح بھلائی تو یہ ہے کہ مسکین کی غم خوارگی میں اپنے سے بھی بہتر دے دو خیر اگر نہ ہو تو چلو مساوات کے درجے میں دے دو‘ مساوات بھی نہیں تو مواسات کے درجہ میں سہی یہ تو نہ ہو کہ کھانے پینے کی بہتات ہے تھوڑی سی چکھ لی اور باقی پھینک دی کتوں کو بلیوں کو اور آپ کے جوار میں محلہ میں بھوک کے تڑپ رہے ہیں۔ بچے یتیم ہیں تو دس چیزیں اپنے افطار کے لئے ہیں تو دو چار تو اپنے قرب و جوار کے محتاجوں کو بھی دے دو۔ یہ مہینہ مواساۃ کا ہے۔ ہمدردی کا غم خوارگی کا اور آج کل کا موسم تو اعتدال کا ہے کہ نہ گرمی نہ پیاس نہ بھوک مگر یہ اندازہ تو پھر بھی روزہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اس ملک میں اس زمین پر دو دو وقت‘ تین تین وقت کے بھوکے ہیں۔ فاقہ کش ہیں اور چار چار وقت کے فاقے گزار رہے ہیں۔ ہم نے صرف کھانے کو قبل از وقت کردیا بجائے دوپہر سحری کے وقت کھالیا۔ ترتیب میں ذرا فرق آیا۔ مگر ہم بھوک محسوس کرتے ہیں‘ تو جن کو دو دنوں میں تین دنوں میں ایک وقت بمشکل کھانا ملتا ہے آپ اپنی بھوک سے ان کی بھوک کا اندازہ لگالیں کہ ان کے بچوں کا اور ان غریبوں کا کیا حال ہوگا۔

حضرت عمرؓ کا عملی مواسات: حضرت عمرؓ بادشاہِ وقت ہیں‘ ملک میں قحط ہے وہ بغیر چھنے ہوئے جَو کا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ ملک کا گورنر آکر کہتا ہے کہ اب تو گندم کی فراوانی ہے۔ شام میں کافی گندم پیدا ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں

کہ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ میری رعایا کے ہر فرد کو گندم کا آٹا مل سکتا ہے۔ اور جب یقین سے کہہ نہیں سکتے تو میں کیسے ایسی چیز استعمال کروں جس چیز سے میری رعایا محروم ہے۔ یہ تھا مواساۃ اور غمخوارگی کی مثال۔

ہندوستان میں قحط پڑا تو وہاں کی بادشاہ کی بیوی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ملک میں قحط ہے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا' تو اس نے جواب میں کہا کہ بریانی اور پلاؤ کیوں نہیں کھاتے؟ تو جس کے ہاں ہر وقت پلاؤ پکتا ہو وہ بھوک اور قحط کو کیا سمجھے روزہ دار کو کھانے کی ترتیب سے تکلیف ہوتی ہے تو جس کو ملے ہی نہیں اس کا کیا حال ہوگا۔

افطاری کرانے کا اجر وثواب: حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی روزہ دار کی افطاری کا بندوبست کرلیا تو تین چیزیں آپ کو ملیں گی' ایک تو یہ کہ آپ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ جہنم سے اللہ تعالیٰ آپ کے رقبہ (گردن) کو نجات دے دے گا۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ اس روزہ رکھنے والے کو جتنا اجر وثواب ملے گا' اتنا ہی تمہیں بھی ملے گا۔ دیکھو بخل مت کرو' یہ نہ کہو کہ دوسرے کے چھوہارے کیوں کھاؤں۔ تم اگر سخی بن جاؤ تمہیں بھی پورا ثواب ملے گا۔ اور اتنا ہی اجر دوسرے کو بھی ملے گا۔ سخاوت پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے دس آدمیوں کو کھجور دے کر اس کا روزہ توڑا۔ افطاری کرائی تو دس آدمیوں کے روزوں کا ثواب تجھے جائیگا اور تمہاری گردن جہنم سے چھوٹ جائے گی۔

صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر شخص تو افطاری کرانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وہ یہ سمجھے کہ افطاری کا معنی دوسرے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں غریب بھی ہیں جو پیٹ بھر کر کھانا نہیں دے سکتے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک چھوہارہ دے دو' ایک گھونٹ پانی کا دے دو' اور ایک گھونٹ لسی کا دے دو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کنویں سے نلکے سے پانی لاکر روزہ دار کے سامنے رکھ دو' اس پر تو پیسے خرچ نہیں ہوتے ہو تو دولت لٹ رہی ہے ان دنوں میں ثواب لٹ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنا چاہتے ہیں'

مغفرت را بہا نہ می طلبد　　　مغرب را بہا' نہ می طلبد'

تو ایک گھونٹ پر ایک کھجور پر اللہ بخشتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس مہینے کی پہلی دہائی میں اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے رحمت برستی ہے' دوسرے دس دنوں میں خدا کی جانب سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے' اور تیسرے عشرہ میں اللہ تعالیٰ گردنوں کو جہنم سے آزاد کردیتے ہیں۔

جہنم سے نجات کا آخری موقع: یہ عشرہ اخیرہ تو ایک ایسا ہے جیسا کہ کسی کا مقدمہ ہو قتل کا دعویٰ ہو اس نے ماتحت عدالت سے لے کر ہائی کورٹ سپریم کورٹ تک مقدمہ لڑا۔ سب جگہ اس پر ڈگری ہوگئی کہ اسے پھانسی دی جائے یہ واجب القتل ہے اور پھانسی ہوگا' اور وہ مایوس ہوکر اخیر میں رحم کی درخواست بادشاہِ وقت کی خدمت میں پیش کرتا' اب اگر ملک کے صدر اور بادشاہ کے دل میں رحم آیا اور لکھ دیا کہ چلو اپیل منظور ہے معاف کردیا ہے' تو پھانسی کے تختے سے بچ جائے گا' تو ہمارے اور آپ کے جہنم سے چھوٹنے کا بھی یہی آخری موقعہ ہے' ہمارے اور آپ کے کام افعال اور اقوال

اور گناہ ایسے ہیں کہ ہر درجے میں دیکھنے والے فرشتے سب دیکھنے والے حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ تو جہنمی ہے۔ اس کے کام تو سارے جہنمیوں جیسے ہیں۔ ڈگری لوگوں کی جانب سے فرشتوں کی جانب سے جہنمی ہونے کے لگ جاتی ہے۔ ہمارے اپنے نفس اور ضمیر کی جانب سے بھی یہی ڈگری ہو جاتی ہے کہ ہم تو تباہ ہو گئے برباد ہو گئے' ہم تو جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں' تو رمضان کے آخری دنوں میں وہ اللہ کے سامنے رحم درخواست پیش کر دیں کہ یا اللہ ہمیں معاف کر دے۔ اب اور کوئی ذریعہ نہیں اسی میں وہ مہربانی فرما دیتے ہیں' درخواست منظور کر لیتے ہیں۔ و اخرہ عتق من النار۔

اجابۃ دعوۃ اور شان کریمی: وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہیں کہ سو میں سے ایک درخواست منظور کریں' بلکہ سو میں سے ننانوے کو منظور فرماتے ہیں اور اگر سچائی سے ہو تو سو کے سو منظور کرتے ہیں' اس کے ہاں کوئی کمی نہیں۔ البتہ سچائی سے درخواست پیش کرو۔ و اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی و الیو م نوا بی لعلھم یرشدون ' (سورۃ ۲' آیت ۱۸۶) جب میرے بندے اللہ کے بارے میں پوچھیں تو فرماتے ہیں کہ میں ان کے نزدیک ہوں' جب وہ مجھے پکارتے ہیں' سحری کے وقت میں یا کسی وقت میں کہ یا اللہ یا اللہ تو اللہ مہربانی و رحم فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے' لبیک بالکل ایسا ہے' جیسا کوئی بیٹا بچہ رو رہا ہے۔ بچہ کہتا ہے امی' ابا تو ماں اور باپ دونوں شفقت سے اٹھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے بیٹے' میرے پیارے بیٹے کیا مانگتے ہو' باپ اور ماں کی شفقت اور محبت سے کروڑوں درجے زیادہ اللہ کی شفقت اور محبت ہے تو جب تم کہتے ہو۔ یا اللہ زاری سے عاجزی سے' افطاری کے وقت سحری کے وقت نماز کے وقت' تو جواب ملتا ہے' لبیک اے میرے پیارے بندے اے میرے پیارے غلام اچھا ہوا' صبح کا بھولا ہوا شام کو تو گھر واپس آ جائے تو اسے بھولا ہوا مت سمجھو۔ دن بھر اگر خرابیاں کیں' آخر عمر میں اگر اللہ کے دربار میں نادم ہو کر لوٹ آئے تو اللہ جل جلالہ' فرماتے ہیں کہ چلو تم بھولے ہوئے ہو نہیں۔ تم میرے در پر واپس تو آ گئے ہو' تمہیں تنخواہ بھی ملے گی' تمہیں اجر بھی ملے گا تو بھائیو ہمیں اب یہ سوچنا ہے کہ دولت لٹ رہی ہے۔

کمائی کا محاسبہ: پہلے دس دن جو رحمت کے تھے' ہم نے اس میں کتنا حصہ حاصل کیا۔ یہ بچے جہاں لڈو مٹھائی کی تقسیم ہو رہی ہو تو بچے مٹھائی لیتے ہیں' جمع کرتے ہیں' پھر اکیلے بیٹھ کر گنتے ہیں۔ پہلا کہتا ہے کہ میں نے اتنا جمع کیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اتنا جمع کیا' تیسرا کہتا ہے کہ میں نے اتنا جمع کیا؟ کم ہو تو پھر دوڑتے ہیں' پھر دوڑتے ہیں' بچوں کو آپ نے دیکھا ہوگا ایک لالچ ہوتی ہے' ایک حرص ہوتی ہے' جتنا جمع کیا اس کو گن کر پھر دوڑتے ہیں' تو آج تم بھی گن لو کہ یہ درجے جو رحمت کے گزر گئے۔ میں نے خدا کی رحمتوں میں سے کتنی رحمتوں کو حاصل کیا۔ کتنے رحمت کے کام میں نے کئے؟ اگر نہیں کئے تو اپنے سر پر خاک ڈالنا چاہئے' رونا چاہتے کہ افسوس یہ تو بڑی دولت مجھ سے چلی گئی۔ دس دن مغفرت کے ہیں' سرٹیفکیٹ مغفرت کے مل رہے ہیں' تم سوچو کہ میں نے بھی ان دس دنوں میں رمضان کے مغفرت

کا کتنا حصہ حاصل کیا۔ خیر وہ تو چلے گئے۔ یہ دس دن جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ جس میں آخری درخواست نجات کی منظور ہوسکتی ہے۔ ہم اس کا کیسے استقبال کر رہے ہیں۔

مشاغل رمضان کا احتساب کیجئے: بھائی وہ جو گزر گئے، گزر گئے مگر یہ پانچ چھ دن جو باقی ہیں اس کو تو ضائع نہیں کرنا، گزرے ہوئے روزوں میں ندامت نہ ہوئی، روئے نہیں، کوئی نماز نہ لوٹائی، بندے کا حق واپس نہیں کیا۔ کسی کو گالی دینے سے رکے نہیں۔ حسد و بغض سے قتل و مقاتلہ سے نہیں رکے۔ یعنی سوچ لے کہ میں نے کون سی برائی پچیس دنوں میں ترک کر دی جو رمضان سے پہلے مقدمے جھگڑے تھے، اب بھی ہیں جو قتل مقاتلے پہلے تھے، وہ اب بھی رہے، جو جوابازی پہلے تھی وہ اب بھی ہے، عیدگاہ میں لوگ عید کی نماز پڑھتے ہیں۔ روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور یہ اللہ کے بندے عیدگاہ کے اردگرد جواء کھیلتے ہیں۔...... ابھی یہ رقعہ کسی نے دیا ہے، کہ اس کا کوئی علاج کرو، بھئی کیا یہ اسلام ہے، یہ مسلمانی ہے، عید کے دن ہمارا جوا؟ اناللہ وانا الیہ راجعون...... اخبار پڑھیں تو رمضان میں بھی وہی قتل و مقاتلے اور جھگڑے ہیں، خدا معلوم کہ ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ خدا کے در کو چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے؟ کوئی اور در ہمارا ہے کہ وہاں پناہ مل جائے گی؟ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے، دنیا میں ٹھیکہ اگر لیا تو کچھ کام خراب ہوا اور زیادہ اچھا ہو تو سارا ٹھیکہ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ خدا کے ہاں طریقہ یہ ہے کہ اگر چند کام بھی اچھے ہوں تو خراب بھی اچھے ہی شمار کر لئے جائیں گے۔ تو ۳۰ دنوں میں ۲۵ دن گزر گئے، ساڑھے چار دن باقی ہیں، اسی سے وہ ۲۵ دن بھی کارآمد بنائے جاسکتے ہیں۔

دل بیار و دست بکار: آپ اگر راستہ میں چل رہے ہوں، کھیتی باڑی میں ہوں، دکان میں ہوں، دل بیار دست بکار آپ ملازمت کیجئے۔ گھر میں رہیے مگر زبان اور دل میں اللہ اللہ کا ورد ہو۔ یہ سوچئے کہ یہ وقت غنیمت ہے دیکھنا یہ چار پانچ دن ہم سے برباد نہ ہوں، اس میں استغفار ہو، اللہ کا نام لیں اللہ کے سامنے روئیں۔ اس وقت کی قدر کریں تو ان شاء اللہ ہمارے یہ روزے کارآمد ثابت ہو جائیں گے۔

بھائیو! معلوم نہیں کہ آئندہ سال یہ روزہ مبارک ملے گا یا نہیں جن کو نہ ملے تو اس نعمت سے محروم ہوں گے جن کو یہ نعمت اب حاصل ہے اس کی قدر کریں۔

لیلۃ القدر: پھر ان پانچ دنوں میں بھی غنیمت کی چیز لیلۃ القدر ہے، بخاری شریف میں ہے کہ ۲۵۔۲۶ تا ۳۰ ہر رات آخری دس دنوں میں احتمال ہے، رات کو عبادت کریں۔ یہ لیلۃ القدر کی طلب ہے، تو وہ عبادت ۸۳ سال ۴ مہینے کی عبادات کے برابر ہے۔ بلکہ اس سے بھی بہتر ہے، تمام رات جاگے تو خیر بہت بہتر رسول اللہ ان دس دنوں میں شد میزرہ کمر کو کس لیتے تھے، گھر کے اہل وعیال کو بیدار رکھتے عبادت میں مشغول رہتے، ہم ایسا کرسکیں تو بہتر بہت بہتر نہ ہو تو رات کی ابتداء اور انتہاء کا حصہ تو عبادت میں گزار لیں۔ اگر کوئی رات لیلۃ القدر کی ہوئی تو فبہا و نعمت اگر نہیں تو اللہ تو نیت کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک محلے والے آ کر کہتے ہیں، حضور ﷺ آج رات تو پچیسویں

ہے' کیا ہم آج رات عبادت میں گزاریں؟ فرمایا! ہاں ٹھیک ہے' دوسرے دن دوسرے محلے والے آئے کہ آج رات شاید لیلۃ القدر ہو' عبادت میں گزاریں' فرمایا ہاں ٹھیک ہے' تیسرے محلے والے تیسرے دن آئے۔ ان کو بھی فرمایا! ہاں ٹھیک ہے' تو اب اس میں تطبیق یہ ہے کہ ہر محلے والے جنہیں آنے والی رات پر لیلۃ القدر کا گمان تھا۔ وہ عبادت میں تلاوت میں ذکر میں رات گزاریں گے' اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق ثواب دیتے ہیں۔ تو ان کو لیلۃ القدر کا ثواب دے دیں گے۔ یاد رہے کہ لیلۃ القدر آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ یہ عوام کی باتیں ہیں کہ دیواریں اور درخت گر جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ تمام چیزیں سجدہ کرتی ہوں۔

وان من شئی الایسبح بحمدہ.. کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ

تو یہ ہوسکتا ہے کہ ہر چیز جسمانی طور پر بھی سجدہ ریز ہو جاتی ہو۔ نور نظر آئے یہ بھی ممکن ہے' مگر نظر آنا ضروری نہیں۔ جو شخص رمضان میں عشا کی صبح کی نماز پڑھتا ہو' تہجد پڑھتا ہو اور اس سے یہ نمازیں فوت نہ ہوئی ہوں' تو اس نے لیلۃ القدر پالیا کہ ۳۰ نمازیں عشاء کی صبح کی اور تہجد کی پڑھ لیں اور بیچ میں کچھ ذکر اذکار بھی کئے۔ اس نے لیلۃ القدر پالیا' ان شاء اللہ ایک ہزار ماہ سے زیادہ اس کو اجر و ثواب ملے گا۔

<u>عورتیں اور تراویح:</u> عورتیں تراویح میں بڑی سست ہیں' بحمد للہ روزوں میں سُستی نہیں ہے۔ تو وہ اگر تراویح بھی پڑھ لیں' ایک وقت بیس نہ پڑھ سکیں تو دس پڑھ لیں' پھر سحری کو دس پڑھ لیں' ۴ رکعت پڑھ لیں۔ بچوں کو سلا کر پھر چار رکعت' پھر ضروری کام کرنے کے بعد چار رکعت' اسی طرح بھی سہولت سے پڑھ سکتی ہیں۔ بھئی حقیقت یہ ہے کہ مغفرت کے خزانے کھلے ہوئے ہیں۔ رحمت اور دولت لٹ رہی ہے اور جہنم سے آزادی کے پروانے مل رہے ہیں۔ دینے والا (اللہ) تو موجود ہے مگر لینے والا نہیں۔

<u>دعا:</u> اب دعا کیجئے کہ اللہ ہم سب کو لینے والا بنادے اور اللہ ہم سب کو بخش دے اور رمضان کی برکات سے ہمیں مالا مال فرماوے۔ یا اللہ رمضان کا مہینہ ہم سب پر بار بار بخیر و عافیت لے آ۔ اور جو وقت باقی ہے' اس میں ہمیں مکمل بندگی کی توفیق عطا فرما' یا اللہ رحمت کے دروازوں کو علم کے بند دروازوں کو معرفت اور حقیقت کے بند دروازوں کو ہم سب کے اوپر کھول دے' یا اللہ اپنے فضل و کرم اور احسان سے ہم کو نواز اور ہمارے اس ملک کو جواء بازوں اور ڈاکوؤں سے' قاتلوں سے تخریب کاروں سے نجات دے دے۔ اے اللہ! ہمیں انسانیت' شرافت اور حقیقی مسلمانی سے مالا مال فرما کہ مخلوق خدا کو تکلیف ضرر نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لوگوں میں انسانیت شرافت اور اسلام لے آئے کہ کسی مخلوق کو تکلیف نہ دے' جب اسلام ہو تو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دے گا اور اسلام نہ ہو تو ہاتھی بھی ہضم کر کے اپنے آپ کو پکا مسلمان سمجھے گا۔ یا اللہ ہم سب کو مقبول الدعا بنا اور جس جس نے دعا کا کہا ہے' یا اللہ ان سب غائبین و حاضرین کو بامراد بنا۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی المنیحة

اونٹ، بکری وغیرہ کے عطیہ دینے کا بیان

حدثنا ابوبکر ثنا ابراهیم بن یوسف ابن أبی إسحاق عن أبیه عن أبی إسحاق عن طلحة بن مصرف قال: سمعت عبدالرحمان بن عوسجة یقول: سمعت البراء بن عازب یقول: سمعت النبی ﷺ یقول "من منح منیحة لبن أو ورق أو هدی زقاقاً، کان له مثل رقبة"...... هذا حدیث حسن صحیح غریب من حدیث أبی اسحاق عن طلحة بن مصرف لانعرفه إلامن هذا الوجه... وقد روی منصور بن المعتمر وشعبة عن طلحة بن مصرف هذا الحدیث..... وفی الباب عن النعمان بن بشیر. ومعنی قوله من منح منیحة ورق " انما یعنی به قرض الدارهم. وقوله: أوهدی زقاقاً قال انما یعنی به هدایة الطریق وهو ارشاد السبیل.

ترجمہ: طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمان بن عوسجہ سے سن لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازبؓ سے سن لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سن لیا ہے کہ:"جس نے (کسی کو) دودھ (حاصل کرنے) کا، یا چاندی (روپے) کا عطیہ دے دیا، یا کسی گم کردہ راہ کو راستہ دکھا دیا تو یہ اس کے لئے (ثواب کے اعتبار سے) غلام آزاد کرانے کے برابر ہو جائے گا۔

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابواسحاق عن طلحہ بن مصرف کی روایت سے، ہم اسے اس طریق کے علاوہ دوسرے طریق سے نہیں جانتے ہیں۔۔۔ اور منصور بن المعتمر اور شعبہ نے طلحہ بن مصرف سے یہ حدیث روایت کی

ہے۔۔اوراس باب میں نعمان بن بشیر سے بھی روایت ہوئی ہے۔اورارشادگرامی "من منح منيحة ورق" کا معنی یہ ہے کہ اس سے دراہم کا قرض حسنہ دینا مراد ہے۔اور یہ ارشادگرامی "او هدى زقاقا" کہتے ہیں کہ اس سے مراد کسی بھٹکے ہوئے (مسافر) کو راستہ دکھانا ہے یا کسی (اندھے کو) منزل مقصود تک لے جانا ہے۔

منیحہ کیا چیز ہے؟ گزشتہ ابواب میں بر اور صلۃ کے مختلف طریقے ذکر ہوئے۔ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، نوکر اور خادموں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی، اولاد کی اچھی تربیت اور اپنے محسن کی شکرگزاری وغیرہ مختلف حصے بیان ہوئے اب ایک خاص صورت احسان کا جسے منیحہ کہا جاتا ہے اس کا ذکر ہے۔ باب فتح یفتح اور ضرب یضرب دونوں سے آتا ہے بمعنی "أعطى" اور "منحية" بروزن عظیمۃ اصل میں عطیہ کو کہا جاتا ہے۔ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ منیحہ عرب کے نزدیک دو طریق پر ہوتا ہے۔ایک یہ کہ کوئی آدمی اپنے بھائی مسلمان کو کوئی چیز اس طرح دیتا ہے کہ وہ چیز پھر اس سے واپس نہیں لیتا ہے۔اور دوسرا یہ ہے کہ کسی کو اونٹ، یا بکری وغیرہ کچھ مدت کے لئے دے دے تاکہ وہ اس کے دودھ اور اون وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور پھر اسے مالک کو واپس کر دے۔ اور یہاں یہ دوسرا معنی مراد ہے۔اور منیحہ جب مطلق ذکر ہوتا ہے تو متبادر معنی یہ ہوتا ہے کہ: اونٹ بکری، بھیڑ یا گائے کسی کو کچھ مدت کے لئے اس کے دودھ، اون اور گوبر وغیرہ سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے دے دے اور عین چیز اصل مالک کی ہوگی جو کہ اس کو واپس دی جاوے گی۔

منيحة لبن او ورق: عطیہ دودھ کا یا چاندی کا (یعنی روپے کا)۔دودھ کا عطیہ سے یہی مراد ہے کہ عارضی طور پر منافع حاصل کرنے کے لئے دودھ کا جانور کسی کو دے دے اور چاندی کا عطیہ اس سے مراد قرض حسنہ ہے، یعنی کسی کو بلاسود قرض دے دے تو یہ بھی گویا اصل رقم آپ کو واپس ملے گی اور کچھ عرصہ کے لئے وہ اس سے فائدہ حاصل کرے گا۔

او هدى زقاقا ھدیٰ ہدایت سے ہے، اور زقاق بروزن غراب راستہ کو کہا جاتا ہے۔یعنی یا کسی کو راستہ دکھایا، کسی مسافر یا اندھے بوڑھے وغیرہ کو راستہ دکھانا بڑی نیکی ہے۔

مذکورہ بالا تینوں قسم کی نیکیوں کے لئے اس حدیث میں یہ اجر و ثواب مذکور ہے كان له مثل رقبه: یعنی دودھ کا عطیہ کسی نے کسی کو دے دیا یا روپے کا عطیہ یعنی قرض حسنہ پیسے دے دیئے یا کسی کو راستہ دکھایا تو اس کے لئے غلام آزاد کرانے کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

درخت کھجور کا عطیہ دینا

او هدى زقاقا الخ زقاق جس طرح راستہ کو کہا جاتا ہے اسی طرح زقاق قطار میں لگی ہوئی کھجور کے چند درختوں کو بھی کہا جاتا ہے۔اگر یہ مراد لیا جاوے تو اس اعتبار سے پھر جملہ "هدّى زقاقا" ہوگا۔یعنی ھدیٰ میں دال کو تشدید کیساتھ باب تفعیل سے ہوگا جس کا معنی ہے تحفہ اور ھدیہ دینا۔اس لحاظ سے اس جملہ کا معنی یہ ہوگا کہ یا

کھجور کے کچھ درخت کو ھدیہ کے طور پر دے دے تو یہ عمل بھی غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب رکھتا ہے اور حضرت نعمان بن بشیر کی روایت میں جسکی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے ھدٰی کی بجائے لفظ او اھدی زقاقا آیا ہے جو کہ مذکورہ بالا معنی میں بالکل صریح ہے اس اعتبار مذکورہ حدیث میں تینوں چیزیں عطیہ اور ھدیہ کے جنس سے ہونگی یعنی دودھ' اون اور گوبر وغیرہ حاصل کرنے کیلئے کسی کو اونٹ' بھیڑ' بکری گائے وغیرہ کچھ مدت کیلئے دیدینا' یا دراہم (روپے) کسی کو بطور قرض دینا' یا کھجور کے چند درخت بطور عطیہ اور ھدیہ کے دینا' ان میں سے ہر ایک عمل' غلام آزاد کرانے کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ کھجور بھی لازمی نہیں دوسرے پھل مثلاً' سیب' مالٹا' کیلا' انار وغیرہ دینے کا بھی یہی حکم ہے۔

اسلام غلامی کے تصور کی حوصلہ شکنی کرتا ہے: یورپین اقوام دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر رہی ہیں کہ اسلام میں غلامی کا تصور موجود ہے۔ یہ خود اپنے آپ حقوق انسانی کا علمبردار بن بیٹھنے والے اور اپنے آپ کو مہذب کہنے والے ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ وہ اپنے زیردست اقوام کے ساتھ انسانیت کی حدود سے نکل کر چوپائیوں کا سا سلوک روا رکھتے ہیں' کسی قسم کے جواز کے بغیر ان کا کشت و خون کرنا ان کی شوکت و عزت کو تاراج کرنا' اور طاقت کے استعمال سے ان کے سیاہ و سفید پر قابض بن کر ان کو اپنے ماتحت غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کرنا ان ظالموں کا شیوہ بن چکا ہے۔ اس کے برعکس دین اسلام میں غلاموں کے برادرانہ سلوک کرنے اور ان کے ساتھ احسان و ہمدردی کے لئے زرین تعلیمات دی گئی ہیں' علاوہ ازیں غلاموں کو آزادی دینے کے لئے بہت سارے راستے کھلے رکھے ہیں' کفارہ قتل' کفارہ صوم' کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں غلام آزاد کرانے کو سرفہرست رکھا گیا ہے' غلام کو مکاتب بنانا' اور مدبر و ام الولد کا مالک کے موت کے بعد خود بخود آزاد ہو جانا بھی اس قبیل سے ہیں۔ علاوہ ازیں ویسے بھی غلاموں کو آزاد کرنا دین اسلام میں بہترین نیکی اور افضل القربات قرار دیا گیا ہے۔ حدیث باب میں بھی چند دوسرے نیک اعمال کیلئے ثواب کے اعتبار سے غلام آزاد کرنے کو مشبہ بہ قرار دیا گیا ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین اسلام کسی کو غلام بنانے کا حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

باب ما جاء فی إماطة الاذی عن الطریق

راستے سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کا بیان

حدثنا قتیبة عن مالک بن انس عن سمعی عن أبی صالح عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قال بینما رجل لیمشی فی الطریق اذ وجد غصن شوک فأخره فشکر الله له فغفرله........ وفی الباب عن ابی برزه و ابن عباس و أبی ذر........ هذا حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی راستے پر گزر رہا تھا‘ اسی اثنا میں اس نے ایک کانٹے دار شاخ (راستے میں پڑی ہوئی) پائی تو اس نے اسے راستے سے ہٹادیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسکے اس عمل کی (اس حدتک) قدردانی کرکے بڑھاچڑھا کر دیا کہ اس کی مغفرت فرمائی۔ .... اس باب میں حضرت ابوھریرہؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ سے بھی روایات ہوئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

گزشتہ ابواب میں ضمناً راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی فضیلت ذکر ہوئی ہے کہ اس سے مقبول صدقے کے برابر ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن عام طور پر لوگ اس قسم کی نیکیوں کو چھوٹی اور معمولی سمجھ کر ان سے غفلت برتتے ہیں اس وجہ سے امام ترمذیؒ نے اس کے لئے مستقل باب باندھ کر حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد نقل فرمایا جس میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی راستے سے کانٹے دار شاخ ہٹانے ہی کی وجہ سے مغفرت فرمائی۔ پس اس کو چھوٹا عمل سمجھنا نہیں چاہیے‘ ہوسکتا ہے کہ اسی کو اللہ تعالیٰ ذریعہ مغفرت بنادے۔ کہ مغفرت را بہانہ مے طلبد بہا‘ نہ مے طلبد...... جناب رسول اللہ ﷺ نے اجتماعی بھلائیوں کی اہمیت کو خوب واضح فرمایا ہے‘ چنانچہ راستے سے کانٹا پتھر وغیرہ ہٹانے سے عام انسانوں کو راحت وسہولت ہوجاتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس بندہ کی مغفرت فرماتا ہے۔ اس طرح عام مخلوق کو ضرر پہنچانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے‘ انسانوں کو ایذاء اور تکلیف دینا خواہ جسمانی ہو یا روحانی حرام ہے اس وجہ سے راستے میں کانٹے اور پتھر وغیرہ چیزیں پھینکنا جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو‘ ناجائز ہے۔ اور جبکہ رسول اللہ ﷺ نے راستے سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کا حکم فرمایا ہے اور اس عمل کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا ہے تو ظاہر ہے کہ موذی چیزوں کا راستے میں ڈالنا مقتضاء ایمان کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس سے اجتناب لازم ہے۔

فشكر الله له:

اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی قدردانی کرتا ہے‘ ظاہر لفظ کے اعتبار سے شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ہے‘ یعنی اللہ تعالیٰ اس کا شکر کرتا ہے‘ تو کتنا بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ وہ اپنے بندے کی شکر گزاری کرے۔

''الشکور'' کا معنی:

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ''شکور'' بھی ہے اور اس کا معنی ہے

الذی یزکو عندہ القلیل من اعمال العباد فیضاعف لھم الجزاء فشکرہ لعبادہ مغفرتہ لھم : یعنی وہ ذات جو اپنے بندوں کے اعمال میں سے تھوڑے عمل کو اپنے ساتھ بڑھادیتی ہے اور پھر ان کو کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا ہے۔

مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

امریکی جنرل کلے بکنگھم کی دارالعلوم آمد اور
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا ان کیساتھ خصوصی مکالمہ

۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ امریکی آرمی کے میجر جنرل مسٹر کلے بکنگھم **Major General Clay Buckingham** نے اپنی بیگم اور امریکن سفارتکاروں کے ہمراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔ کئی گھنٹوں کی طویل ملاقات میں دونوں کے درمیان عالمی مسائل، بحرانوں، مغرب اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور موجودہ صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا جنرل بکنگھم نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب اور جامعہ کے زیرنگرانی حقانیہ ہائی سکول میں عصری اور دینی تعلیم کے کورس میں بڑی دلچسپی لی۔ انہوں نے سکول کے کلاسوں میں جا کر طلبہ سے بات چیت کی اور سائنس اور انگلش وغیرہ پڑھانے پر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا۔

میجر جنرل بکنگھم نے اپنے دورے سے متعلق تحریری تاثرات بھی رائے بک میں قلمبند کئے جن کا ترجمہ اور خلاصہ نذر قارئین ہے:

''میں اور میری بیوی نے ۲۵/ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ جامعہ حقانیہ ہائی سکول اکوڑہ خٹک کا دورہ کیا۔ ہم اس خوشگوار اور ہدایاتی دورے کو بہت زیادہ سراہتے ہیں۔ ہم یہاں کے سٹاف کی پیشہ وارانہ صلاحیت، خوش اخلاقی، دوستانہ رویہ اور طالب علموں کی قابلیت اور محبت سے بہت متاثر ہوئے۔ ہم امریکہ جامعہ حقانیہ کی طرف سے سفارتکار بن کر واپس جائیں گے۔

پاکستانی ایک عظیم اور بہادر قوم ہے۔ امریکہ پاکستان اور اسلام کا دوست ہے۔

ہمیں بحیثیت عیسائی اسلام کے امن پسند اور مفید تعلیمات سے بہت کچھ سیکھنا ہے۔''

آپ کا شکریہ۔ ہم آپ کے دوست ہیں

کلے بکنگھم میجر جنرل یو۔ایس آرمی (ریٹائرڈ)

بیگم کلیرا بکنگھم **23/09/2005**

مولانا سمیع الحق اور جنرل کلئے بکنگھم کے درمیان ہونے والی طویل بات چیت کا خلاصہ قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

مولانا سمیع الحق صاحب: ایک مخصوص لابی نے بڑی منظم سازش کے ذریعے مسلمانوں' دینی مدارس' امریکہ اور مغرب کے درمیان ایک بڑی خلیج پیدا کی ہے۔موجودہ صورتحال میں آپ اور آپ جیسے دیگر لوگ اس چپقلش جو امریکہ اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوا ہے' کے ختم کرنے میں بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں دیگر مذاہب کے بنسبت اسلام مسلمانوں کو عیسائیت کے زیادہ قریب سمجھتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے یہ داعی ہے۔موجودہ گھمبیر حالات کا واحد حل یہ ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھ کر مکالمہ کریں اگر دنیا میں کہیں دہشتگردی ہو رہی ہے تو ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے ۔ مدارس دینیہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس کی ٹریننگ اور تعلیم قطعاً نہیں دی جاتی ہے۔دہشت گرد کسی کے کنٹرول میں نہیں ہوتے۔اس پوزیشن پر آپ کو خود سوچنا چاہیے کہ جینز اور پینٹ میں ملبوس ۲۵ سالہ نوجوان لڑکی جو جدید عصری درسگاہوں سے پڑھی ہوتی ہے۔وہ خودکش حملہ کرنے پر کیوں مجبور ہوتی ہے جس سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جاتا ہے۔اس وقت آپ پوری دنیا پر نظر دوڑائیں آج اگر الجزائر میں امریکن پالیسیوں کے خلاف تحریک آزادی لڑی جارہی ہے۔یا سوڈان میں حسن ترابی ہے جو کہ آپ کے تعلیمی اداروں سے پی ایچ ڈی کر چکا ہے یا مصر میں جو مزاحمتی لوگ ہیں' سب نئے گریجویٹ ہیں۔اسی طرح ایران میں جو انقلاب آیا خمینی کے علاوہ اس میں بنی صدر وغیرہ لیڈروں کا کردار رہا۔ یہ سب لوگ جدید عصری درسگاہوں اور یونیورسٹیوں بلکہ آپ کے ہاں سے پڑھے ہوئے ہیں۔ایران کا تو موجودہ صدر بھی گریجویٹ ہے کسی مدرسہ کا پڑھا ہوا نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دہشت گردی' جنگ آزادی اور مدافعتی جدوجہد میں آپکو فرق کرنا چاہیے دونوں کو ایک لاٹھی سے ہانکنا انصاف اور عدل کے منافی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اور آپ جیسے اور مدبرین سکالرز اور دانشور مل بیٹھ کر ان باتوں کا جائزہ لیں اس آخری عمر میں جنرل صاحب آپ جیسے معمر لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ انسانیت کی یہ خدمت کر کے جائیں اور جانبین میں جس طرف سے بھی غلطی ہو رہی ہے اس کی نشاندہی کی جائے۔

جنرل بکنگھم: آپ نے جو کچھ فرمایا یقیناً میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا پاکستان میں میرے آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ میں آپ لوگوں کا موجودہ صورتحال میں رویہ اور تاثرات معلوم کروں۔ میں تاریخ میں تھوڑا سا پیچھے جانا چاہوں گا آپ دیکھئے کہ گزشتہ دوسو سال میں امریکہ نے دنیا میں کہیں بھی جارحیت نہیں کی ہے۔ہم امریکن قوم دراصل وہ لوگ جو پوری دنیا کے مختلف خطوں سے مذہبی تشدد جارحیت اور ظلم سے تنگ آ کر وہاں ہجرت کئے ہوئے ہیں یعنی ہم امریکین مہاجرین ہیں امریکہ کے لاکھوں افراد اپنی زندگی سنوارنے کی غرض سے وہاں جمع ہوئے۔

دنیا اسوقت کمیونیکیشن کی بنیاد پر سکڑ کر سمٹ آئی ہے آپ کے علم میں ہوگا کہ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم

شروع ہوئی تو امریکہ تین برس تک اس جنگ سے لاتعلق رہا۔ تاہم بعد میں اگر ہم اس جنگ میں کودے تو اسکا غرض بھی اپنے برٹش اور فرانسیسی دوستوں کی مدد تھی جغرافیائی طور پر ہمیں اس جنگ میں کچھ نہیں ملا۔ دوسری جنگ عظیم میں بھی ہم اس لئے شامل ہوئے کہ ہٹلر اور جاپان وغیرہ کو اپنی طاقت سے واگزار کریں۔ اس دوسری جنگ میں بھی ہمیں کوئی جغرافیائی فائدہ نہیں ملا۔ گزشتہ دوسو برسوں میں امریکہ کو جنگ کے بل بوتے پر کوئی علاقہ نہیں ملا ہے۔ ہمارے مقاصد ان جنگوں میں شامل ہونے سے اپنے دوستوں کی مدد اور دنیا بھر میں امریکیوں کی دفاع اور حفاظت تھی۔ ہمیں اگر ان جنگوں سے کچھ ملا ہے تو وہ فرانس اور ان جیسے دیگر علاقوں میں خالی قبرستان ملے ہیں (یعنی ہماری لاشیں وہاں دفن ہوگئیں)

۹/۱۱ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے گرنے کے بعد ہم نے افغانستان میں جو جنگ لڑی وہ صرف طالبان اور القاعدہ کے خلاف تھی یہ بھی ہم نے طیش میں آ کر ٹریڈ سنٹر کا بدلہ نہیں لیا۔ بلکہ یہ احتیاطاً مستقبل کی پیش بندی اور اپنی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے کیا عراق وار کا مقصد ظالم ڈکٹیٹر صدام اور وہاں پر موجود ایٹمی مواد کا خدشہ تھا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اس میں ہم نے غلطی کی تاہم ہمارے ایٹمی مواد کے خدشہ کا پس منظر صدام کا دس برس قبل کردوں کے خلاف کیمیکل ہتھیار استعمال کرنا تھا، ہم جن اسباب کی وجہ سے لڑتے ہیں ان میں پہلا سبب اپنے لوگوں کی حفاظت اور دفاع ہے۔ دوسرا سبب ڈکٹیٹر شپ اور آمریت ختم کرنا ہے۔ امریکن بنیادی طور پر امن پسند ہیں لیکن اگر کوئی ان کو چھیڑے تو پھر یہ بڑے جنگجو بھی ثابت ہوتے ہیں امن کو بہرحال ہم فوقیت و برتری دیتے ہیں۔ ہم (عیسائی) دنیا میں مسلمانوں اور یہودیوں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ مستقبل میں دنیا کے سامنے تین بڑے مسائل ہیں۔ (۱) ماحولیاتی آلودگی (۲) آبادی کا بے تحاشہ اضافہ (۳) ہم آپس میں امن کے ساتھ کیسی زندگی گزاریں؟ ہمیں چاہیے کہ ان تین نکات پر کام کریں تاکہ ہمارا ماحول صاف ہو، ہمیں خوراک اور پانی ملے آبادی کو کنٹرول کیا جائے اور ان سب سے بڑھ کر ضروری بات یہ ہے کہ ہم امن و آشتی سے وقت گزارے۔ ہمارا مذہب عیسائیت امن و محبت کا درس دیتا ہے، اسلام بھی بنیادی طور پر اسی کا علمبردار یہودیت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے، لیکن ہر مذہب میں انتہاپسند بھی ہوتے ہیں جو نفرت پھیلاتے ہیں اور نفرت و جنگ کے ماحول میں خوش ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو بھی ہمیں امن کی تعلیم دینی چاہیے۔ آپ کے ساتھ ملاقات کر کے ہمیں بڑی خوشی، مسرت اور راحت حاصل ہوئی۔ ہم نے یہاں امن و محبت کا ماحول پایا ہمارے درمیان افہام و تفہیم کے لئے یہ ملاقات سنگ میل ثابت ہوگی۔ ہم کرسچین حضرت عیسیٰؑ پر ایمان رکھ کر روحانی اطمینان و سکون پاتے ہیں۔ ہم کسی سے بھی روٹھتے نہیں خفہ نہیں ہوتے۔ مسلمان بھی اپنے مذہب میں خاصا سکون پاتے ہیں مسلمان آپس میں محبت سے رہتے ہیں نفرت نہیں کرتے۔ اسی طرح کا حال یہودیت اور یہودیوں کا بھی ہے، ہمیں باہمی ہم آہنگی اور امن و سکون سے رہنا چاہیے۔ آج کے دن یہی میری دعوت و تبلیغ اور عبادت ہے۔

مولانا صاحب: ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے موقف سننے کے لئے مواقع دینے چاہیے تاکہ اس طرح افہام وتفہیم کا راستہ کھلے ہمارے خدشات آپ کو سننے چاہیے۔ اگر آپ ماضی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمان ہمیشہ کمیونزم اور سوشلزم کے مقابل آپ (امریکہ وعیسائیت) کے زیادہ قریب رہے ہیں۔ قرآن نے بھی اس کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے کہا کہ یہودیت عیسائیت اور اسلام تینوں مذاہب امن کی تلقین کرتے ہیں اسکے ساتھ ساتھ یہ تینوں مذاہب یہ بھی دعوت دیتے ہیں کہ ظالم کا ہاتھ روکا جائے امریکہ خود کو آزادی اور جمہوریت کا چیمپیئن اور علمبردار کہتا ہے۔ ڈکٹیٹرشپ کا مخالف ہے مگر اس سلسلہ میں امریکہ کا معیار دوہرا ہے اگر مسلمانوں پر کوئی ظلم کریں یعنی مسلمان مظلوم ہو تو امریکہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کے بجائے اس کے مدمقابل ظالم کے صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ فلسطینی مظلوم نہتے لوگوں کے مقابل امریکہ ظالم اسرائیل کا ساتھ دے رہا ہے۔ کشمیریوں کے مدمقابل ہندوستان کو مضبوط کیا جارہا ہے۔ چیچنیا میں روس کی تائید کی گئی اس سارے نقشہ کو سامنے رکھ کر تجزیہ کرے آپ (امریکی) ان خطوں میں اگر جارح بن کر نہیں بھی آئے ہیں۔ لیکن غاصب ظالم آزادی سلب کرنے والے اور جارح قوتوں کا ساتھ دیتے ہیں یہ زمینی حقائق میں آپ نے بوسنیا کا ذکر کیا ہم بوسنیا اور کوسوو میں آپ کے کردار کو سراہتے ہیں۔

جنرل صاحب: جن علاقوں کی طرف آپ نے اشارہ کیا اس میں ہم نے کہیں بھی پہل نہیں کی کہ ہم نے مسلمانوں پر جا کر حملہ کیا ہو۔

مولانا صاحب: لیکن جب دیکھتے ہیں کہ کہیں ظلم ہو رہا ہے قطع نظر اس کے کہ مسلمان ہیں یا کسی دوسرے مذہب کا پیرو تو ظالم کے مدمقابل مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے نہ کہ ظالم کا ہاتھ مضبوط کیا جائے امریکہ اور تمام مذاہب کے پیروں کو اس بات پر اتفاق کرنا چاہیے کہ وہ صرف اور صرف مظلوم کا ساتھ دیں گے اگرچہ وہ مسلمان کیوں نہ ہوں اور کسی بھی مذہب سے وابستہ جارح اور ظالم قوت کے خلاف کھڑے ہوں گے۔

جنرل: یہ صحیح ہے کہ اب امریکی پالیسیاں کچھ بدل گئیں ہیں اور اس کی دلیل اسرائیل کے بارے میں پالیسی میں تبدیلی ہے غزہ وغیرہ سے اسرائیل کا انخلاء اسی سبب سے عمل میں آیا ہے۔

مولانا صاحب: ہماری تمنا ہے کہ آپ کی اس قسم کی پالیسیاں بدل جاتیں تو پھر مسلمانوں میں کوئی بھی انتہا پسند نہیں ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ بلین مسلمان آپ سے خوش ہوں گے آپ جیسے مدبر دانشور اور جہاندیدہ شخصیات کو آگے بڑھ کر کام کرنا چاہیے۔ آپ کی بات اثر بھی رکھتی ہے ورنہ تو موجودہ پالیسیوں سے دنیا جہنم کدہ بن رہی ہے۔ آخر میں ہم آپ کے آنے کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مولانا نور عالم خلیل امینی *

عراق میں شکست' مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہوجانے کا صدمہ ناقابل بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امت مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں' اس کی وجہ سے جو رنج و غم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور ذہنی کرب کا احساس ہوا' اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ غم اور احساسِ الم اس امت کے لئے قدرتی بات ہے' جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساس عزت اور خودداری وحمیت کے بے پایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ اساس خدائے لم یزل کے اس برتر اور بہترین دین کا فیضان ہے' جس کو خدا تعالیٰ نے سربلندی کے لئے نازل کیا ہے' شکست و ریخت' مغلوبیت اور ناکامی اس کی فطرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوطِ عراق کا المیہ' صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں' بلکہ مسلمانوں کے طبقہء خواص کو عام لوگوں سے زیادہ دکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء دعاۃ' مفکرین' اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دل گداز اور جگر کوش کرنے والا ثابت ہوا ہے' آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ لکھے پڑھے باشعور مسلم طبقے کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے اور ان کے قلبی سکون' کام کرنے کی فرصت' سوچنے کی طاقت' لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم سفر رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے' کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رفوگری کا انتظام کرلیں' بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کو غلام بنالینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کی منصوبہ بندی اور صیہونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جارہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعے مخصوص وصہیونی و صلیبی اہداف کو بروئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناکی' امتِ مسلمہ کے چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے۔ اس بھیانک منصوبے کے دوررس نتائج کو وہ سوچ سوچ کر مرے جارہے ہیں کہ خدانخواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آچکے ہیں' جن کا انکی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے' یہ سوچ کر غم والم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع ہوتی ہے کہ زخم خواہ کتنا گہرا ہو' خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے' بہ حیثیت مجموعی امت کے لئے جان لیوا

* مدیر ''الداعی'' عربی۔ واستاذ ادب عربی' دارالعلوم دیوبند' انڈیا

ہرگز نہ ہوگا۔ نیز قادرِ مطلب اور حکمت وعلم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی وگہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہ ہرصورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ' تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہوجائے اور پیہم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام وامم پر اس کی اخلاقی' اجتماعی' علمی' ثقافتی' تہذیبی اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخنہ واقع ہوجائے۔ مصائب کا طوفان' آزمائشوں کی آندھی' اور شدید زلزلوں کی کیفیت' امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف بازروی کی طاقتور تحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں' اسی درجہ ان سے ''چیلنج'' (Challenge) کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کردیتا ہے' انسانی جسم میں بلا کی قوتِ مدافعت ابھار کے' انسان کو جوش وجذبے' خود اعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کردیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نبرد آزما ہونے کا یارا عطا کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بسترِ مرگ پر پڑا کراہ رہا ہو۔ اس کے دست وبازو میں نوالہ توڑنے' گلاس کا پانی اٹھا کے منہ تک لے جانے کی طاقت نہ ہو' اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے۔ مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی تنہا گھر میں ہو' اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو' اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے اور اس پر دست درازی کرنے لگے' وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا' اس صورتحال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے' اپنے اندر ایک خرقِ عادت محسوس کرتا ہے' وہ چارپائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گرتا پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے۔ بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی ومسرت سے لبریز کردیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے' وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہار دیواری کے اندر' اس کو کسی سے اپنی ذات کے لئے' کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت' اس کے تسلسل' اس کے ہر حال میں بارآور رہنے کی ضمانت دی ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (الحجر۔۹)

ترجمہ: (ہم نے آپ پر اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ ترجمہ شیخ الہندؒ)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت' اس طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے' دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہرصورت ہر آن موجود رہیں گے۔ دین کی حفاظت اہل دین ہی کی بقاء کی شکل میں ہوا کرے گی' لہذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے ''خودکار'' واقع ہوا ہے' اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔

امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے' مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے

اور اپنی طویل تاریخ کے دورانیے میں' اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے' اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو ہمیں اس حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا۔ حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے۔ سچے اور جھوٹے کا فرق نمایاں ہو جائے' محض دعوے دار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے۔ "احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون" (العنکبوت/۲)

ترجمہ: (کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی)

نیز یہ کہ امت پر جو بُرا وقت آتا ہے' وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس افراد کے بُرے کرتوت کی وجہ سے آتا ہے۔ اولادِ آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیبے کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے کہ جو ان کی مصیبت کے وقت' کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون" (الروم/۴۱) ترجمہ: (پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے' چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ' انکے کام کا' تاکہ وہ پھر آئیں۔)

جب کہ وہ خدائے غفار و رحیم' ہمارے بہت سے گناہوں پر خط عفو پھیرتا اور اپنی شان کریمی سے ہماری طرف سے بے حد وحساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے: وما أصابکم من مصیبۃ فبما کسبت أیدیکم ویعفوا عن کثیر (الشوری/۳۰) ترجمہ: (اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اسکا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ)

اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں' ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے' اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' کائنات کے ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔

"ما أصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب" (الحدید/۲۲)

ترجمہ: ''کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں''

ما أصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ" (التغابن/۱۱)

ترجمہ: '' نہیں پہنچتی کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے''

یہ اس لئے کہ خدائے قدیر کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے وہ بھی مبنی بر حکمت ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں کرتا وہ بھی حکمت ہی کی وجہ سے نہیں کرتا' لیکن ساتھ ہی اس کے افعال' اس سنت اور قانون عام کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے' جو اس نے اپنی کائنات کے چلانے' نیکی کے استحکام اور بدی کے مٹانے اور تہذیبی نشیب و فراز اور انسانوں کو انسانوں کے ذریعے دبانے کے لئے' روزِ اول سے مقرر کر رکھا ہے۔

لہذا' امت کی مصیبت' اسی مستحکم' نا قابل تبدیل اور لازوال قانون الہی اور اصول ربانی کا نتیجہ ہوتی ہے'

جس کی خلاف ورزی کی امت کسی نہ کسی طور پر مرتکب ہو چکی ہوتی ہے اور ان شرطوں کو پورا کرنے میں کوتاہ عملی دکھا چکی ہوتی ہے، جن کے ذریعے مصیبتوں سے بچا جا سکتا تھا، بحرانوں سے نجات مل سکتی تھی، فتح مندی و کامرانی اور شادکامی اس کے قدم چوم سکتی تھی اور ''انتہائی سربلند رہنے'' کا تاجِ افتخار اس کے سر پر سج سکتا تھا: وانتم الاعلون إن کنتم مومنین (آل عمران/۱۳۹) ترجمہ: ''اور تم ہی غالب رہو گے، اگر تم ایمان رکھتے ہو''

انتہائی سربلندی کو ایمان کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ایمان کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ، رسول کے ذریعے معلوم شدہ احکام الٰہی اور ان کے تمام تقاضوں کی مکمل پابندی کی جائے، جو اللہ کے دین کی سربلندی اور باطل کی پسپائی اور زیردستی کے لئے، لابدی شرط کی حیثیت رکھتے ہیں، لہذا محض ''قولی ایمان'' (جب کہ اس وقت کے ہم مسلمانوں کا یہ ''قولی ایمان'' بھی حد درجہ مخدوش ہے) جو شرطوں اور تقاضوں کو پورا کرنے والے ''ایمان عملی'' سے عاری ہو، حق و باطل کی کش مکش اور ایمان و فکر کے معرکے میں انتہائی سربلندی اور فیصلہ کن حیثیت سے کیونکر ہمکنار کر سکتا ہے؟!

اگر یہ سچ ہے کہ حقیقت پر مجاز، اور شے پر اس کی تصویر کو فوقیت نہیں مل سکتی، تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم نام کے موجودہ مسلمانوں کی شکل میں پایا جانے والا ''ظاہری اسلام'' یا ''اسلام کی تصویر'' وہ نتیجہ برآمد کرے جو وہ حقیقی اور سچا اسلام پیدا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا، جو اللہ کے ان سچے ایمان دار بندوں میں جلوہ گر رہا ہے۔ جو اس ''چھوٹی جماعت'' کی حیثیت رکھتے رہے ہیں جو اللہ کے حکم سے ''بڑی جماعت'' پر فتح پاتی رہی ہے:

''کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (التوبہ/۲۴۹)

ترجمہ: ''بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوتی ہے، بڑی جماعت پر، اللہ کے حکم سے''

معاصر تاریخ میں لڑی جانے والی اکثر جنگوں میں، جن میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا رہا، اسلام اصل فریق یا اصل جنگ جو اور اصل محاذ آرا و مدِّ مقابل کی حیثیت میں نہیں تھا۔ اسلام اپنی پوری تاریخ میں کسی جنگ میں ناکام و نامراد نہیں رہا، خواہ وقتی طور پر ہزیمت کی شکل پیدا ہوئی ہو، جس کا مقصد مسلمانوں کی تادیب تھی، چنانچہ انہوں نے فوراً ماضی سے سبق لیا، غلطیوں کی تصحیح کی اور ''مکمل اور فیصلہ کن فتح'' کی راہ میں حائل کوتاہیوں سے باز آنے کا فیصلہ کیا۔

بہرکیف معاصر جنگوں میں حقیقی اسلام کو، اس کا کردار ادا کرنے کا موقع ہرگز نہیں دیا گیا، وہ اسلام جو اس جماعت کا شیوہ رہا ہے، جس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

الذین قال لھم الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم إیماناً و قالو حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' (آل عمران۔۱۷۳)

ترجمہ: ''جن کو کہا لوگوں نے کہ مکے والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلے کو، سو تم ان سے ڈرو، تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔''

لیکن ہوا یہ کہ جب بھی ان معاصر جنگوں میں ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا' تو حقیقت ناآشنا' سیدھے سادھے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ نعوذ باللہ اسلام کو کفر سے شکست ہوگئی اور باطل نے حق کو پسپا کر دیا!۔

حالانکہ اللہ کا سچا دین اور اس کا آخری و جاودان پیغام: اسلام نہ تو کبھی پسپا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا' کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اللہ پاک نے ازخود اس کی بقاء حفاظت و تسلسل اور غلبے اور طاقت کی ضمانت دی ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟ مذکورہ تمام جنگوں' معرکوں اور کشمکشوں میں' درحقیقت پسپائی ''غیر اسلام'' کو ہوتی رہی ہے' جس کو شکست کے بعد اور دل دوز المیہ کے پیش آنے کی صورت میں ''اسلام'' کا رنگ دے دیا گیا' وہ اسلام جس کو روئے زمین پر نہ تو اب تک کسی طاقت نے شکست دی ہے' نہ آئندہ دے سکے گی' خواہ اسکے پاس اب تک کے اور آئندہ دریافت ہونے والے سارے نئے سے نئے ہتھیار کیوں نہ ہوں' وہ اسلام جو اپنے ان فرزندوں میں جلوہ گر ہوتا ہے جو ہر حال میں' ہر موسم میں اور ہر کٹھن وقت میں' اسکے تقاضوں' اسکے اصول' اس کے احکام و قوانین پر کاربند رہتے ہیں۔

یہاں ماضی قریب کا ایک وقعہ یاد آ رہا ہے' جس کا تذکرہ عبرت سے خالی نہیں:

۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام کو ۴ر بج کے ۵۱ر منٹ پر مشرقی پاکستان کے جے اور سی انچیف جنرل ''اے کے نیازی'' نے اپنی (۹۱۰۰۰) فوج کے ساتھ ہندوستانی فوج کی مشرقی کمان کے جی او سی انچیف جنرل ''جگجیت سنگھ اروڑا'' کے سامنے جب ہتھیار ڈالے' جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان' مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو کے ''بنگلہ دیش'' کے نام سے ایک دوسرا ملک بن گیا' تو اسوقت سارے لوگوں' خصوصاً ان پڑھ ہندوؤں کی زبان پر یہ لفظ عام ہو گیا تھا کہ اسلام' کفر یعنی ہندو مذہب سے شکست کھا گیا۔ میں اس وقت اپنی عمر کی دوسری دہائی کے آخر میں ۱۷۔۱۸ سال کا لڑکا تھا' میں دہلی میں تھا' مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہیں۔ ۱۷ر دسمبر کی صبح مسلمانوں کے لئے انتہائی غم انگیز اور المناک بن کر طلوع ہوئی' بسوں' ریل گاڑیوں' عوام کے جماؤ کی عام جگہوں میں مسلمانوں کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا' برادران وطن کے ناسمجھ افراد' ان کو منھ چڑاتے کہ کہاں گیا تمہارا ''رحمٰن'' جو ہمارے ''رام'' سے شکست کھا گیا۔ اس وقت کی جن سنگھ پارٹی اور اس کی شاخوں کی حیثیت رکھنے والی تنظیمیں' دہلی کی در و دیوار پر اشتعال انگیز اشتہارات چسپاں کرتیں' جن کا خلاصہ یہی تھا کہ اسلام' کفر سے ہار گیا۔ بہت سے صحافی اور اخبار نویس اپنے تبصروں اور مضامین میں' یہی کچھ کہتے نظر آتے تھے کہ اسلام کا خمیر شکست خوردگی و پسپائی سے اٹھا ہے' وہ کسی راؤنڈ میں جیت نہیں پاتا' کسی میدان کو فتح نہیں کر پاتا' کسی مقابلے کے وقت اپنی جیت درج نہیں کرا پاتا۔

حالانکہ ہندوستان کے تعاون سے' مشرقی پاکستان نے جو مغربی پاکستان سے جنگ کی تھی' وہ اسلام بہ نام کفر کی جنگ نہ تھی' اس میں کسی بھی طرح اسلام فریق نہیں تھا' یہ جنگ تو زبان و کلچر کی جاہلیت کے نام سے لڑی گئی تھی۔ بنگالی قوم پرست لیڈر مجیب الرحمٰن اور سیکولر مزاج جنرل یحییٰ خان میں سے کسی کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کون نہیں جانتا کہ یہ جنگ اسلام کے دفاع کلمۃ اللہ کی سربلندی کیلئے نہیں لڑی گئی تھی' بلکہ اسلام کے بہت سے نمائندوں: علماء و

دعاۃ و مذہبی قائدین نے تو اس جنگ کے فریقین کو سختی سے روکا تھا' جس کے نتیجے میں کئی لاکھ انسان بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیئے گئے' بنگالی قوم پرستوں اور کلچر و زبان کو معبود بنا لینے والوں کا' یہ حال تھا کہ محض اردو بولنے یا جنگ کی مخالف کی کسی میں بو محسوس کر لینے پر' اسکے گھر کو نشان زد کر کے اسکے پورے خاندن کو موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ نہ معلوم کتنے علمائے دین' تو صرف اسلیئے مار دیئے گئے کہ وہ اس جنگ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے' جبکہ وہ بنگالی ہی تھے۔

یہی حال ہر مصیبت اور ہزیمت کے وقت ہوا کہ خدا بے زار زعماء و حکام نے' اسلام کو معزول کر کے اپنی انا کی تسکین کے لئے' یا اپنی بھیانک غلطیوں اور تاریخی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے' لڑائی تو لڑی اسلام کی تمام تعلیمات کو ٹھکرا کے' لیکن ہزیمت و ذلت کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا اور یہ کہا کہ ''امت مسلمہ'' ہار گئی۔ حالانکہ قوم پرستوں' انقلاب پسندوں' بعثیوں' اشتراکیوں' کمیونزم کا دم بھرنے والوں یا سرمایہ داری کے مغربی وفاداروں یا امریکہ کے غلامانِ وفاکش اور استبدادی نظام کے سرکش و گردن فراز اور ہر نقصان کے وقت اسلام کی طرف منتسب ہونے والوں کے وقت اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرنے والوں سے' اسلام بری الذمہ تھا اور رہے گا۔

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ہے کہ معاصر معرکوں میں ہزیمتوں' پسپائیوں اور ذلتوں اور رسوائیوں کی لامحدود مقدار کا' خدا اور اس کے رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ' عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول وضوابط کے علم برداروں کو ہی' منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست حق پر قائم' حق کا دفاع کرنے والے پابندِ وفا مذہبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ اصول وضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں' جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی' جس کے نتیجے میں مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصر و شام و اردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا' جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے' تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعراوی (متوفی ۲۲ رصفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ رجون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے' شکرانے کی نماز پڑھی اور خالقِ کائنات کی بے پناہ حمد و ثنا کی' حالانکہ یہ شکست امت کے لئے خاصی حوصلہ شکن اور کمر توڑ ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے ہنوز جاں بر نہ ہو سکی ہے' اور نہ معلوم کب تک اس کا بھیانک نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا۔ شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپ نے اس شکست پر اظہارِ مسرت یا اظہار اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی' اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے' جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸ء۔۱۹۷۰ء) اور ان کے ایسے عربی قومیت کے علم بردار کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول اور یہ راہ عمل قطعی اسلام مخالف تھا۔ اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی' تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم و جور پر آمادہ کرتا اور مسلمانانِ عالم عموماً اور عرب خصوصاً' اپنے دین وعقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہو جاتے۔

لہذا عراق کی شکست اور امریکہ و برطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو، یہ اسلام کی شکست نہیں اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ اسلامی تاریخ کی رفتارِ مسلسل کی شکست ہے اس لئے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا، وہ تو اس سے بالکلیہ علیحدہ رکھا گیا تھا، اس لئے کہ انقلاب پسند، بعثی صدام حسین نے، جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسرِ پیکار اور محرکاتِ دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے، کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا، صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے نمائندے نہیں تھے کہ کہا جائے کہ امریکہ عراق جنگ میں خدانخواستہ اسلام کو پسپائی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو جو تباہ برباد کیا، عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا، عراقی تہذیب و تاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمران بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب و روز بموں اور آتش و آہن کی بارش کی، تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا، بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے، دل و جگر جس طرح خون ہوئے ہیں، غم و الم سے جس طرح سینہ شق ہوا جارہا ہے، یہ شکست اسلام کا کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے جو نیکی کے فروغ اور بدی کے ازالے اور اللہ و رسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھلائی کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست و رسوائی بعثیوں، قومیت کے دعوے داروں اور انقلاب و ترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے، جنھوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکہ و برطانیہ اس کو موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت، عراق پر چڑھائی کر کے، اس کو مغلوب کرلیں اور اس سارے اسلامی خطے، وغلام بنالینے کی راہ پیدا کرلیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں، مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے، جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہوگئے اور ملک و قوم کو امریکی و برطانوی بھیڑیوں کے حوالے کردیا، اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجیدہ کوشش سامنے نہیں آرہی، بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آرہی ہیں (جیسا کہ اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائیڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی، امریکہ نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں، کوئی دلچسپی نہیں دکھائی، بلکہ گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں، تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی، بلکہ عراقی افسران نے ازخود اپنے کو امریکیوں کے حوالے کردیا۔ تجزیہ نگاروں نے یہ بات بہ طور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکہ نے صدام کا پتہ بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی ہے، اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیانک جرائم سے کوئی نسبت نہیں۔ نیز یہ رپورٹیں بھی کثرت سے آرہی ہیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہوگیا تھا کہ امریکی افواج صدام، اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو

زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں۔ اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کرلیں۔

اس سلسلے میں، یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکہ کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد ہیچ سمجھا، جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کو، روایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے، بغیر کسی فضائی طاقت کے محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعووں کے بل بوتے پر، بالکل ہرا دیں گے اور عراق کے صحرا میں امریکیوں کو زندہ دفن کردیں گے، حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا، جس سے اللہ و رسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے، اور جس سے دشمن کے زبردست سامانِ ضرب وحرب اور مومن کی استطاعت بھر تھوڑے اسبابِ دفاع میں، توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں، جس رویے کا اظہار کیا، یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے، جو بڑے بول کے قارون اور عقیدۂ و عمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں، صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا، لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کردے گا اور قضا و قدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح و نصرت کو چھین لے گا، لیکن اس کو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا، جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کرلیا ہے۔ تاکہ رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے یہ باعث عبرت ہو۔

بہر کیف دشمنوں کے ذریعے عراق پر قبضہ ہر چند کہ انتہائی تکلیف دہ اور غم انگیز ہے اور یہ غم و الم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دشمن کا ناپاک سایہ وہاں سے زائل نہیں ہوجاتا، لیکن اس جنگ میں اسلام کو ہار جانے والے کہنا، یا امت مسلمہ کو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے تہمت دینا، بالکل غلط ہے، امت مسلمہ، اس طرح کے معرکوں میں نہ فریق تھی نہ شکست سے دوچار ہوئی۔ امتِ مسلمہ کا سورج بالکلیہ غروب ہوجائے، ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس کا تاریخ بتاتی ہے کہ وہ زخم کھا کے پھر مسکرائی ہے، کچل جانے کے بعد پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے، اس کا جھنڈا اگر کبھی ذرا سا جھکتا ہوا نظر آیا، تو پھر بلندی پر پھہرانے لگا، وہ اگر پیچھے ہٹی ہے، تو مزید تازہ دم ہوکر آگے بڑھی ہے۔ وہ خدا کے آخری پیغام کی نمائندہ ہے، اس لئے اسی کی طرح جاوداں ہے۔

لہٰذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام کی بیٹری ختم ہوچکی، یا اس کے دن لد گئے، یہ امت، ہر صدمے کے بعد زیادہ طاقت ور ہوتی ہے، ہر آزمائش کے بعد مزید پر اعتماد نظر آتی ہے، ماضی سے سبق لینا اس کا شیوہ رہا ہے، حالات و واقعات کا نشیب و فراز اس کے دست و بازو کو کمزور تو کرسکتا ہے، لیکن بالکلیہ توڑ نہیں سکتا۔ اسلام محض معجزات و کرامات کے ذریعے فتح پاتا رہا ہے۔ اور فتح پاتا رہے گا، جن کے کارنامے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں، جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں، اور جن کا تسلسل کم و بیش رہتی دنیا تک باقی رہے گا، ان شاء اللہ۔

ادارہ

دینی مدارس کی اہمیت کے متعلق سینٹ کی خارجہ کمیٹی کی میٹنگ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی برطانوی سفیر اور دولت مشترکہ کے سیکرٹری خارجہ سے دوٹوک باتیں

سینٹ کی خارجہ کمیٹی کی میٹنگ میں دولت مشترکہ میں برطانیہ کے مستقل سیکرٹری خارجہ سر مائیکل جے اور پاکستان میں برطانوی ہائی کمشنر مسٹر لائل کی بریفنگ میں سینٹر مولانا سمیع الحق صاحب نے مختصر وقت میں اہم پوائنٹس پر اس خوبصورت انداز میں اظہار خیال کیا جسے ممبران خارجہ کمیٹی اور برطانوی سفارتکاروں نے بار بار اور بے حد سراہا اور برطانوی سیکرٹری خارجہ نے اپنے جوابی خطاب میں ان نقطوں کو بڑی اہمیت دی۔ یہ اجلاس ۲۷ ستمبر ظہر ۳ بجے پارلیمنٹ ہاؤس کے کمیٹی روم میں منعقد ہوا۔ .... (ادارہ)

مولانا سمیع الحق صاحب نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’ اسلام کو دہشت گردی سے نتھی کرنا دو متضاد چیزوں کو ملانا ہے‘ اسلام کا نام ہی امن وسلامتی دینے کے ہیں۔ کسی مذہب کے نام میں یہ بات نہیں‘ ایسا کرنا دن اور رات‘ آگ اور پانی ظلمت وروشنی کو ملانا ہے جو بڑا ظلم ہے۔ روس کے خلاف ہماری عظیم قربانیوں کے صلہ میں مغرب اور امریکہ واحد سپر پاور بن گئے‘ مشرقی یورپ اور سنٹرل ایشیا آزاد ہوا۔ دیوارِ برلن ٹوٹ گئی‘ مغرب کا حریف سوویت یونین تہس نہس ہوا تو سارے ثمرات آپ نے سمیٹ لئے اور قربانی دینے والے ملک پاکستان کو اسلامی دہشتگردی کا ٹائٹل دیا گیا‘ اس وقت دہشت گردی کا سب سے بڑا نشانہ پاکستان کو بنادیا اور سارا ملبہ ہمیں اٹھانے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ دینی مدارس کا نظام برصغیر میں آپ لوگوں یعنی برٹش سامراج کے آنے کے بعد قائم ہوا کیونکہ آپ نے ہمارے نظام تعلیم کو سیکولر بنادیا‘ دینی تعلیمات کو یکسر نکال دیا‘ جس کی وجہ سے ہم نے مدارس قائم کئے مگر آپ کے ڈیڑھ سوسالہ دور حکومت میں نہ کبھی ان مدارس پر آپ نے دہشت گردی کا الزام لگایا نہ کوئی ایک مثال سامنے آئی‘ بلکہ آپ کے انگریز گورنر اس دور میں بڑے بڑے مدارس کا ویزٹ کرتے رہے‘ اور بہترین تاثرات اور جذبات کا اعتراف کرتے رہے‘ دیوبند‘ میرٹھ‘ لکھنو‘ کلکتہ‘ سہارنپور‘ دہلی کے مدارس میں انگریز حکمرانوں کے دورے ہوتے رہے۔ ان کی تحریری رپورٹیں بھی موجود ہیں۔ اس وقت پاکستان کے کسی بھی مدرسہ میں پڑھنے والوں پر دہشت گردی کا ثبوت نہیں ملا۔

اس وقت عالم اسلام میں بیرونی تسلط کی مزاحمت کرنے والے تحریکوں کے لیڈر سب کے سب مغربی تعلیم گاہوں سے پڑھے ہوئے گریجویٹس ہیں انہوں نے الجزائر‘ تیونس‘ مراکش‘ سوڈان‘ مصر اور ایران کی مثالیں پیش کیں۔

ان میں سے دینی مدارس سے پڑھے ہوئے لوگ نہیں۔ القاعدہ کی ساری قیادت بھی پروفیسرز' انجینئرز' ڈاکٹرز اور گریجویٹس لوگوں کی ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے نظام و نصاب تعلیم میں انسانی مساوات' جمہوریت' آزادی اور انسانوں کے بنیادی حقوق پر اتنے شدومد سے زور دیا جاتا ہے کہ وہاں پڑھنے والے مسلمان طلبہ کا مکمل برین واش ہوجاتا ہے۔ جو بڑی اچھی بات ہے' مگر وہ جب اس دکھائی گئی جنت کو لے کر اپنے ملکوں میں جاکر اس کے خلاف سب کچھ دیکھتے ہیں جہاں جبر و تسلط آمریت' غربت اور اپنے ساتھ امتیازی سلوک کا دور دورہ ہوتا ہے تو آپ کی تعلیم کا ردِعمل ان میں بڑا شدید بیدار ہوجاتا ہے' کہ خود تو آپ لوگ اپنے دیئے گئے تعلیم کے مطابق جنت کی دنیا بسالیتے ہیں مگر باہر کے لوگ اپنے آپ کو جہنم میں پاتے ہیں' جس کو بنانے میں بڑے حصہ بڑی طاقتوں کا ہوتا ہے۔ آپ کی دنیا اور مسلم پس ماندہ دنیا کے درمیان ایک موٹا شیشہ حائل ہوتا ہے جس سے وہ نظارہ تو کرسکتے ہیں مگر داخل نہیں ہوسکتے نتیجتاً وہ بغاوت اور جنگ پر اتر آتے ہیں۔ اس لئے یا تو اپنے اس سارے نصاب تعلیم اور اصول کو بدل دیں جس کے ردعمل میں دنیا میں دہشت گرد پیدا ہوجاتے ہیں' یا پھر ان زریں اصولوں اور تعلیمات کو مسلم اور پس ماندہ ممالک میں بھی لاگو کرنے کی کوشش کریں۔ دینی مدارس پر تو آپ کا الزام ہے کہ انہیں دنیا کے کروفر اور ٹیکنالوجی سے دور رکھا جاتا ہے۔ اگر آپ کا الزام درست مان لیا جائے تو دینی مدارس تو آخرت اور جنت و دوزخ کی بات کرتے ہیں اور اپنے پیروؤں کو صبر و قناعت تقدیر و رضا اور برداشت کی تلقین کرتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہیں تو وہاں سے بغاوت اٹھ ہی نہیں سکتی۔ ..... پہلی چیز دہشت گردی کی وضاحت کرنے کی ہے اور پہلی بات جس پر اتفاق ضروری ہے یہ ہے کہ کہیں بھی ظالم ہے تو اس کے مقابلہ میں ساری دنیا کو مظلوم کا ساتھ دینا چاہئے خواہ ایسا کرنے والے مسلمان ہوں یا غیرمسلم۔ جب کہ مغرب کا اس بارے میں معیار دوہرا ہے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے خطاب کے آغاز میں فرمایا کہ آج کی یہ میٹنگ اور بریفنگ مثالی ہے۔ کہ موجودہ ساری صورتحال کا اصل علاج یہ ہے کہ مغرب اور مسلمانوں کے درمیان مکالمہ مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے پیدا شدہ خدشات اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔ روس کے خلاف افغان جہاد میں صرف دینی مدارس اور علماء کا حصہ نہیں بلکہ کالجوں' یونیورسٹیوں' جرنیلوں اور مغربی اقوام کے مختلف طبقوں نے بھرپور حصہ لیا اور یہ ضروری تھا ورنہ روسی سامراج اب ہمارے ملکوں میں دندناتا پھرتا۔ اس جہاد کی سزا اب صرف مدارس کے علماء اور طلباء کو کیوں دی جارہی ہے۔ برطانوی مہمان سرمائیکل جے نے حضرت مولانا صاحب کے خیالات کو سراہتے ہوئے مکالمہ اور مذاکرات کی اہمیت ظاہر کی۔ انہوں نے اس تاثر کی تردید کی کہ دہشت گردی کو اسلام سے جوڑا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دینی مدارس کے پروگرام کے خلاف نہیں۔ ہمارے برطانیہ میں بھی مدارس ہیں البتہ یہاں اور وہاں انہیں مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا سمیع الحق نے ہمارے اداروں میں جن بنیادی تعلیمات کا ذکر کیا ہے ہم اسے برقرار رکھیں گے۔ اور ساری دنیا کے طلبہ کو آنے دیں گے۔ اس سال بھی ہم پاکستان کے پانچ ہزار طلباء کو ویزا دے رہے ہیں۔ آخر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے انہیں اکوڑہ خٹک آکر دارالعلوم حقانیہ اور پاکستان کے دیگر بڑے مدارس کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جنگوں کا اصل ذمہ دار کون؟

ایک اہم خطاب جو ملک وملت کو آج بھی دعوت فکر دے رہا ہے

آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے: حضرات! مجھے آپ سے جس مسئلہ پر کچھ کہنا ہے، وہ ہمارا آپ کا مشترک مسئلہ ہے، مسائل بہت ہیں، ایک ایک مسئلہ کو الگ الگ بشکل سوچیں تو بہت دیر لگے گی اور بات بہت دور پہنچ جائے گی۔ یہ زندگی کا بڑے دردناک سانحہ ہے کہ یہاں ''آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے'' اسکی خرابی کی جڑ کیا ہے، اس پر ہاتھ رکھنا ہے۔

آپ میونسپلٹی کے واٹر ورکس (Water Works) کے نظام سے واقف ہیں، اگر یہاں نلوں سے خراب پانی آنے لگے جو معدہ کو خراب کرے، اور اس میں بیماریوں کے جراثیم ہوں تو ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر کے نل میں کپڑا باندھ لے، چھان کر پیئے یا ابال کر پیئے، لیکن ہوشیاری یہ ہے کہ واٹر ورکس کو صاف اور درست کرنے کی فکر کی جائے، شہر کے منتظم سے درخواست کی جائے وہ اسے درست کرے، ہم اگر کپڑا باندھ کر یا چھان کر پی لیں گے تو بہت سے راستہ چلتے ناواقف پیاسے ہوتے ہیں منہ لگا دیتے ہیں، ان کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اس میں کون سا طریقہ درست ہے؟

آج انسانیت کا واٹر ورکس خراب ہو گیا ہے، جہاں سے زندگی ابلتی ہے، وہ دہانہ خراب ہو گیا ہے، زندگی کے بجلی گھر میں خرابی آ گئی، جہاں سے سارے شہر میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، انسانیت گھلتی پگھلتی جارہی ہے، چور بازاری، رشوت ستانی، دھوکہ بازی کا دور دورہ ہے، آج کا انسان سب گندگیوں میں مبتلا ہے، آج کے فکر مند انسان ان نتائج پر جھنجلا رہے ہیں لیکن غصہ کس پر اتارا جائے اور اس کا ذمہ دار کس کو سمجھا جائے؟

اصل مجرم کون ہے؟ آپ تو انسان ہیں، جانور بھی اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ان کا دشمن کون ہے، کتا بھی مارنے والے ہاتھ پر دوڑتا ہے، ڈھیلے سے نہیں الجھتا، گدھے کی بے وقوفی ضرب المثل ہے، اسے ڈھیلا ماریئے تو وہ مارنے والے ہی کے پیچھے غصہ میں دوڑے گا، وہ سمجھتا ہے، خرابی کی جڑ اور مصیبت کا سرچشمہ کہاں ہے، ہم آپ جانور سے بھی گئے گزرے، شیشہ کے محل میں رہتے ہیں، چاروں طرف سے ڈھیلے برس رہے ہیں، ایک ہاتھ ہے، جو برسا رہا ہے، ہمیں وہ ہاتھ نظر نہیں آتا، ڈھیلے پر غصہ اتار رہے ہیں، وہ ہاتھ مطمئن ہے کہ نظر سے اوجھل ہے، اور دل کھول کر ڈھیلے برسا رہا ہے۔ بڑے بڑے لال بجھکڑ ڈھیلوں میں الجھے ہوئے ہیں، انسانیت کے سدھار کے غور وفکر میں عام مفکرین کا یہی

حال ہے، ہر ایک کے سوچنے کا طریقہ ہوتا ہے۔

پیغمبروں کے سوچنے کا طریقہ: ہمارے سوچنے کا طریقہ پیغمبروں کا طریقہ ہے، ہم پورے غور وفکر اور کافی تجربے کے بعد بالکل مطمئن ہوگئے ہیں کہ پیغمبر سسکتی ہوئی انسانیت کے مسائل کو جس انداز سے حل کرتے ہیں، وہی صحیح طریقہ ہے، جب اس طرز پر، اس بنیاد پر کام ہوا، انسانیت کے دل کی پھانسیں چن چن کر نکل گئیں، آنکھوں کی سوئیاں خود بخود باہر ہوئیں، ایسی محبت کا زمانہ آیا کہ سب طرف آرام واطمینان ہوگیا، قرآن کہتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کا راستہ بتلانے والے آئے، ان کی تعلیمات پر زمانہ کے پردے پڑ گئے، کچھ ہمیں علمی غرور بھی ہوگیا، ہم پڑھ لکھ گئے، اس لئے ہمیں ہزار دو ہزار برس پہلے کے طریقہ کارفرسودہ معلوم ہوتے ہیں، اور اس طریقہ پر سوچنا ہمارے لئے عار سا بن گیا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ سورج سب سے پرانا ہے، نئی روشنی والے پرانے سورج سے آنکھیں نہیں بند کرسکتے، ہم نے پیغمبروں کا طریقہ اپنایا، ہم نے انسانیت کے سدھار کا مسئلہ ان سے سیکھا۔

خودغرضی اور بداخلاقی کا مون سون: وہ بتلاتے ہیں کہ ہر چیز کا ایک مادہ ہوتا ہے۔ اگر کسی چیز کا سلسلہ کوئی بند کرنا چاہے، اور اس کے نتائج سے بچنا چاہے تو اس کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا مادہ ہی نہ پیدا ہونے پائے، آپ کو ایک عام فہم مثال دوں، گرمیوں میں سمندر میں ابخرات پیدا ہوتے ہیں، وہ ابخرات اٹھتے ہیں، گرمی سے وہ تحلیل ہوتے ہیں، پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں، اور موسلا دھار بارش بن کر برستے ہیں، ہم مون سون کو چادر یا شامیانہ سے نہیں روک سکتے۔ آج دنیا پر بداخلاقی کا مون سون چھایا ہوا ہے۔ یہ زرگری کا مون سون ہے، یہ خودغرضی کا مون سون ہے، دل کے سمندر سے خودغرضی کے ابخرات نفس پرستی کا شوق جب حد سے بڑھ جائے گا، عیش پرستی کی گرمی اسے گھلائے گی تو خودغرضی کا مون سون برسے گا، جو چادروں سے روکا نہیں جاسکتا۔

اس کا علاج: دل کے مانسون کو روکنے کے لئے اللہ کا یقین مرنے کے بعد اپنے اعمال کی جواب دہی کا یقین اور جزا وسزا کا یقین ضروری ہے، ایک ایسا شخص جوان بنیادوں کو نہیں مانتا اپنے پیدا کرنے والے، روزی دینے والے خالق ورازق کو نہیں پہچانتا، وہ دنیا پر اقتدار حاصل کر کے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائے، وہ کمزوروں کا کیوں لحاظ کرے، وہ جانتا ہے کہ کوششوں سے اسے ایک موقع ملا ہے، وہ کہتا ہے زندگی کے پورے مزے لے لو، جو لوگ کسی نہ کسی طرح اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے اوپر آگئے۔ وہ کیوں کسی کی بالادستی مانیں، کیوں کسی کے قانون کا احترام کریں، اور آج کا عیش کل پر کیوں چھوڑ دیں، اگر مجھے بھی معلوم ہو کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں، اور لے دے کر یہی زندگی ہے، تو پھر اس دنیا کا عیش کس دن کے لئے اٹھا رکھوں، عرب کا ایک نوجوان شاعر بڑا حوصلہ مند اور صاف گو تھا، وہ کہتا ہے، دو قبروں کے ڈھیر برابر ہیں، اچھا وہ رہا جو خوب عیش کے مزے اڑا کر گیا، اور بڑا نامراد وہ ہے، جو تکلیفیں اٹھاتا رہا، جب مرنے کے بعد دونوں کو خاک ہونا ہے اور دونوں کا انجام ایک ہے تو میں کیوں اپنی حسرتوں کا خون کروں اور کس لئے ایثار کروں جتنا

زندگی کا لطف اٹھایا کروں میرا حق ہے۔

دوستو! ایک پرانے شاعر کا جو خدا اور آخرت کا قائل نہ تھا' فلسفہ زندگی ہے' آج ہمارے اس ترقی یافتہ دور کا بھی یہی فلسفہ زندگی ہے' آج کا فلسفہ اور تعلیم بھی یہی ہے کہ کھاؤ پیو اور مست رہو جب زندگی کا یہ نظریہ بن جائے تو اس سے یہی کردار تیار ہوگا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔

جنگوں کا ذمہ دار کون؟ موجودہ طرز زندگی میں انسانیت کی بڑائی مال داری اور مادی عروج ہے' ہمارا لٹریچر ہمارا آرٹ ہمارا ادب سب یہی تعلیم دیتے ہیں کہ جس کے پاس مادی وسائل زیادہ ہوں اور جو جتنا زیادہ مالدار ہوتا ہی وہ شریف ہے' دولت مند ہی آدمی ہے' غریب آدمی ہی نہیں' آج دنیا میں سارا فساد اسی طرز فکر اور اسی معیار زندگی کا ہے' اس کا نتیجہ ہے کہ ہر شخص جلد سے جلد مال دار بننا چاہتا ہے' اور اس کے لئے جائز و ناجائز سب طریقے اختیار کرتا ہے' اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ عزت' دولت ہی سے ہے۔

گزشتہ دونوں جنگیں مال و دولت اور عزت اور وجاہت کی ہوس کا نتیجہ تھیں' ٹرین میں ایک ہندو دوست سے میرا تعارف کرایا گیا' وہ چھوٹتے ہی کہنے لگا کہ دنیا میں سارا فساد مولویوں اور پنڈتوں کا برپا کیا ہوا ہے' ان کا پیشہ ہی یہ ہے' میں نے عرض کیا کہ جی ہاں پہلی اور دوسری جنگ مولویوں اور پنڈتوں ہی کی برپا کی ہوئی تھی' اس پر وہ خاموش ہوگئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ دنیا بھر کا خون پینے والے اور خون کی ہولی کھیلنے والے یہودی صفت کارخانہ دار تھے ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں یہودی کارخانہ داروں کا ہاتھ تھا' ان کے اسلحہ کے بڑے بڑے کارخانے تھے' ان کو کھپانے کے لئے ان کو بڑی بڑی منڈیوں کی ضرورت تھی' ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت انہوں نے سازشیں کیں' وارداتیں کیں' اور ملکوں اور قوموں کو لڑا دیا' ایک کارخانہ کو چلانے کے لئے انہوں نے اتنا بڑا فساد برپا کیا کہ جس میں لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں اور ملک کے ملک تباہ ہوگئے' بس آج قوموں کو ٹکرانے والا جذبہ یہ ہے کہ بس ہماری تجوری بھرے اور ہمارا بول بالا ہو اور ہمارا سکہ چلے' ہماری قوم سرفراز ہو' یہ بڑے پیمانہ کی خود غرضیاں سارے فتنہ وفساد کی جڑ ہیں' تہذیب یا کلچر یا زبان کا اختلاف فساد کا باعث نہیں ہوا' میں پوچھتا ہوں کیا ایک کلچر' ایک تہذیب اور ایک قومیت کے لوگ نہیں لڑے' ہمارے یہاں کورو پانڈو لڑے ہیں' جو ایک ہی خاندان کے لوگ تھے' عرب میں قبیلہ سے قبیلہ لڑا ہے۔ جس کی ایک ہی زبان اور ایک ہی کلچر تھا' افغانستان میں پٹھان پٹھان سے' پاکستان میں مسلمان مسلمان سے اور یہاں ہندوستان میں ہندو ہندو سے لڑتا ہے' اس ٹکراؤ میں نفسانی اغراض کام کررہے ہیں' خود غرضیاں ٹکرارہی ہیں' غرض کا مذہب ٹکرارہا ہے۔

اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے: پیغمبروں کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی خرابی دور ہو' باہر جو بگاڑ ہے' وہ اندر سے پھوٹ رہا ہے' اندر کا لاوا باہر کو پھونک رہا ہے' ہم سمجھے باہر کی خرابی اندر گھس گئی ہے' اور باہر کی اصلاح میں لگ گئے' جس طرح سارے جسم پر دل کی بیماری کا اثر پڑتا ہے' اسی طرح پورے نظام زندگی پر نیتوں کے فتور اور ذہنیت کی خرابی کا اثر

پڑتا ہے' پرانے قصوں میں آتا ہے کہ ایک بادشاہ سیر وشکار میں اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوگیا اور اس کو رات بڑھیا کی جھونپڑی میں گزارنا پڑی' بڑھیا نے دودھ دوہا وہ سیروں اترا' بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس پر ٹیکس لگانے کا ارادہ کیا' دوسرے وقت بکری کا دودھ کم ہوگیا' بادشاہ وہیں بیٹھا تھا' بڑھیا اس کو پہچانتی نہیں تھی' بڑھیا نے بڑے افسوس سے کہا کہ آج بکری کا دودھ کم ہوگیا' شاید بادشاہ کی نیت میں فتور آگیا۔

انسان اس دنیا کا بادشاہ ہے' اس کی نیت میں فتور آگیا' اس کا دل بگڑ گیا اس لئے یہ سب فساد اور خرابی نظر آرہی ہے' پیغمبر کی نظر بہت گہری ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں کہ دل کا پاپ دھو' دلوں کو مانجھو' دل ٹھیک کرو' دل کا بگاڑ ہی تو ہے کہ ہوا' چور بازاری شروع ہوگئی' اور جب قیمتوں کا کنٹرول ہوا تو سامان مفقود ہوگیا' اور لوگ ضرورت کی چیزوں کو ترسنے گے' جب تک انسان کا پاپی من درست نہیں ہوتا' کچھ نہیں ہوتا' کمیونزم نے بھی اس حقیقت کو نظر انداز کیا کہ بگاڑ اندر سے شروع ہوتا ہے' وہاں بھی من کی کوئی فکر نہیں کی گئی' مزدور فاقہ مستی کررہے ہیں' وہ ان کے خون اور پسینہ پر عیش پرستی کررہے ہیں' ان کی لاشوں پر شاندار عمارتیں تیار کررہے ہیں' انہوں نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ ہر طرف من مانی ہورہی ہے۔

نشہ بندی کی کوشش میں امریکہ کی ناکامی: ہماری سوسائٹی پاپی ہوگئی' اس میں ظلم کا رجحان پیدا ہوگیا' صرف شکوہ گلہ سے دنیا کی اصلاح نہیں ہوسکتی' دل صرف خدا کے خوف سے سدھر سکتا ہے' وہ صرف پیغمبروں کے بتلائے ہوئے طریقہ سے درست ہوسکتا ہے' اگر محض علم وادب یا آرٹ اور سائنس سے درست ہوسکتا ہے تو یورپ کا من پاپ سے بالکل پاک ہوتا' امریکہ میں نشہ بندی کا منصوبہ بنایا گیا' اس کے خلاف محاذ جنگ قائم ہوا' امریکہ نے کروڑوں روپے پانی کی طرح بہائے' ایک زبردست مہم چلائی گئی اور ایڑی چوٹی کا زور شراب بند کرنے پر لگا دیا گیا' اس کے خلاف اتنا زبردست اور وسیع لٹریچر تیار کیا گیا کہ اگر سب اخبارات اشتہارات اور میگزینوں کو پھیلایا جائے تو کئی میل تک پھیل جائے' لیکن جتنی کوشش کی گئی امریکہ کی مہذب اور تعلیم یافتہ قوم کو اس کی اور زیادہ ضد ہوگئی' شراب کا استعمال پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوگیا' آخر حکومت نے عاجز آکر قوم کے ارادہ اور ضد کے مقابلہ میں ہار مان لی اور قانون واپس لے لیا' یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ خارجی انتظامات اور دماغ کے راستہ سے جو کوششیں کی جاتی ہیں' وہ ناکام رہتی ہیں' اور کوئی بڑا نتیجہ نہیں پیدا کرتیں' امریکہ کی پڑھی لکھی اور مہذب دنیا نے لٹریچر اور ادب کے معقول اور وزنی دلائل کی ذرا پروا نہیں کی اور اپنے نفس اور خواہش کا ساتھ دیا۔

ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ: اس ملک میں جو اخلاقی انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ یہاں کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے' افسانے اخلاق سوز باتیں پھیلا رہے ہیں' ہماری نئی نسلوں کو حیا سوز انجکشن دیئے جارہے ہیں' سینما کے پردوں پر پاپ دکھایا جارہا ہے' آنکھوں سے' کانوں سے' دل میں پاپ اتارا جارہا ہے۔ اخبار اور رسالے پاپ کی کھلم

کھلا تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور اس کا کوئی توڑ نہیں، ہم صفائی سے علی الاعلان کہتے ہیں، ہمیں آزادی ملی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ لیکن اگر ہم اخلاق پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے تو آزادی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

پیغمبروں کے پیدا کئے ہوئے اخلاق: پیغمبروں کی تعلیم سے جو اخلاق بنتے ہیں، وہ مستقل اور مصلحت اندیشی سے پاک ہوتے ہیں، نفع ہو یا نقصان، جان جائے یا رہے، وہ اعلیٰ اخلاق کو نہیں چھوڑتے، آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے ایسا ذہن بنا تھا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ جو اس وقت متمدن دنیا کے سب سے بڑے فرمانروا تھے، ایک رات حکومت کا کام کر رہے تھے، سرکاری چراغ جل رہا تھا، ایک ملنے والے آ گئے، وہ سلام کر کے، مزاج پوچھنے لگے، انہوں نے جواب دینے سے پہلے چراغ بجھا دیا، پھر ٹمٹماتا ہوا دیا منگایا، آنے والے نے جب دریافت کیا تو کہا کہ وہ بیت المال کا چراغ تھا، تم آپس کی باتیں کرنے لگے، اس لئے میں نے اسے گل کر دیا کہ اگر اس کی روشنی میں گھریلو باتیں کروں گا تو اللہ کو کیا جواب دوں گا، ایسی احتیاط کے نمونے کہیں کریملن کے حدود میں نظر آ سکتے ہیں، یہ اخلاقی قدریں اور روحانی بلندیاں ان کے خیال میں نہیں آ سکتیں، وہ زیادہ سے زیادہ اتنا سوچ سکتے ہیں، اور ان کے خیال کی پرواز یہیں تک محدود ہے کہ ہر انسان کو پیٹ بھر کھانا، دوا، اور رہنے کا مکان ہو، بیگار نہ لو، خواہشات کا احترام کرو۔ وغیرہ وغیرہ

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ جو ایران اور رومن ایمپائر کی دو زبردست شہنشاہیوں کے زبردست فاتح تھے، ان کے زمانے میں قحط پڑا تو اچھی غذا اپنے اوپر حرام کر لی، وہ سرخ و سفید تھے، لیکن تیل کھاتے کھاتے ان کے چہرے کا رنگ سانولا ہو گیا۔

سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری: ہم سیدھی سادی بات یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستہ کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس بنیاد پر انسانوں کو انسانیت کی دعوت دینے آئے ہیں، ہم اس کو سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری سمجھتے ہیں، ہم سے زیادہ کوئی اس کی خدمت نہیں کر سکتا، ہم مانتے ہیں کہ ملک کے لئے ایسا ادارے ضروری ہیں، جن سے ملک ترقی کرے ہم ان کی تحقیر نہیں کرتے، ملک کے لئے تعلیمی اداروں، شفاخانوں، صفائی کے محکموں کی ضرورت ہے، ملک کو رسل و رسائل، دفاع اور دوسرے محکموں کی ضرورت ہے، ان سب کے باوجود ملک میں ظلم، اندھیرا اور دوسرے کے پیٹ کاٹنے کا جو طاعون پھیلتا جا رہا ہے، اسے نہ روکا گیا تو اس کی عزت، اس کا وقار، اس کی آزادی خاک میں مل جائے گی، ہم سب سے کہتے ہیں کہ یہ ملک کی سب سے پہلی ضرورت ہے وہ تمام ادارے جنہیں میں پہلے ضروری اور مفید کہہ چکا ہوں، سب اس کے بعد آتے ہیں، ہم اس حقیقت کے پرچار کے لئے گھر سے نکلے ہیں، کوئی اور اس کام کو کرتا ہوتا تو اس کے ساتھ تعاون نہ کرتے۔

ہماری دعوت: ہم علی اعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم اس ملک میں حصہ رسد بٹانے نہیں آئے تھے، ہم ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھرے ہوئے تھے، یہاں کی دولت میں حصہ لگانے نہیں آئے تھے، ہم ایک مشن، ایک

خدمت پر آئے تھے، ہم یہاں خدا کے بندوں کو خدا کا بندہ بنانے آئے تھے، یہاں جو مسلمان آئے تھے، وہ اخلاق، محبت، خداپرستی کا پیغام لے کر آئے تھے، انہوں نے اس ملک کو کچھ دیا لیا نہیں، وہ رہنے آئے تھے، یہاں سے جانے کے لئے نہیں آئے تھے، اگر ایسا سوچتے تو اٹالہ کی ایسی شاندار و پائیدار مسجد نہ بناتے، وہ تو خداپرستی اور انسان دوستی کی دعوت دیتے تھے، کہاں کے عرب، کہاں کے عجم، یہ سب ہماری بنائی ہوئی خود ساختہ حدیں ہیں، ساری دنیا کے پیدا کرنے والے خالق و مالک اور رازق اور ساری دنیا کو بغیر شرکت کے چلانے والے ایک اللہ کی طرف سے وہ یہ تعلیم لائے تھے، انہوں نے دنیا سے لئے بغیر ساری دنیا کی خدمت کی، انہوں نے سچے موتیوں سے انسانیت کی جھولی بھر دی اور اپنے ہاتھ خالی رکھے، اپنے بچوں کی مطلق فکر نہ کی اور اپنے کنبے کی طرف سے آنکھیں بند کر کے پیٹ پر پتھر باندھ باندھ کر لوگوں کی سیوا کی، ان کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدلا، جو آیا غرباء میں تقسیم کیا، ضرورت مندوں کی جھولیاں بھریں، انہیں خادم اور ملازم دیئے اور اپنے بچوں کو بالکل محروم رکھا، ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے تھے جسم پر نشانات پڑ گئے تھے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو کہا اللہ اکبر! آپ اللہ کے رسول ہو کر اس تکلیف میں رہیں، اور دنیا کا خون چوسنے والے ظالم قالینوں اور مسہریوں پر آرام کریں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عمر! عیش تو آخرت کا عیش ہے۔

مسلمانوں کی غلطی: ہم مسلمانوں سے کڑوی بات کہتے ہیں، ہم ان سے کہتے ہیں، تم نے ان باتوں کو مانا ہے، تمہارا ان پر ایمان ہے، تم ان اخلاق و کردار کو چھوڑ کر جانوروں کی سطح پر آ گئے، تم اپنے کردار اور عمل سے اسلام کو بدنام کرتے ہو، اس کے روشن نام کو بٹہ لگاتے ہو، تم دنیا کو اسلامی زندگی کی جو چلتی پھرتی فلم دکھلا رہے ہو، وہ بڑی افسوسناک ہے، تم نے جو زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس میں کون سی جاذبیت ہے، پہلے تم جس راہ سے گزر جاتے تھے، نقش چھوڑ جاتے تھے، دیر تک تمہاری خوشبو محسوس ہوتی رہتی تھی، جیسے نسیم کی خوشگواری محسوس ہوتی رہتی ہے، مسلمان جدھر سے گزر گئے گلی کوچے معطر کر گئے، اور جہان سے چلے آئے وہاں سے سفارتیں بھیجی گئیں، کہ ہمارے ملک میں سب کچھ ہے، مسلمان نہیں ہیں، جنہیں دیکھ کر لوگ اپنی زندگی درست کریں، اور جو ان کے مقدمات و معاملات میں بے لاگ فیصلہ کریں، ان کی خواہش پر مسلمان بھیجے گئے، افسوس اب تم ایسے بن گئے کہ تمہارے نہ ہونے سے ملک میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی، آج تک کسی نے اپنے ملک سے ماہرین فن، ڈاکٹروں اور دستکاروں کو نکالا ہے؟ مشرقی پنجاب میں لوہاروں کی ضرورت تھی، تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ بسائے گئے، اگر تم میں اخلاقی برتری ہوتی تو اخلاقی ضرورت کا احساس مجبور کرتا کہ تمہیں ملک کی امانت سمجھ کر رکھا جائے، تمہارے دودھ والے پانی ملانے سے پرہیز کرتے، تمہارے درزی کپڑا بچانے کو عیب سمجھتے، تمہارے دستکار اور مزدور محنت سے پورا دن لگ کر کام کرتے تمہارے حاکم رشوت کو حرام سمجھتے تو دنیا کا کوئی ملک تمہاری جدائی کو گوارا نہ کرتا۔

(آخری قسط) مولانا محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

عالم اسلام صلیبی دہشت گردی کے نرغہ میں

اسلام آباد اور لاہور میں مولانا سمیع الحق صاحب کی معرکتہ الآراء نئی کتاب ''صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام'' کی تقریب رونمائی کی رپورٹیں پچھلے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ 27/اگست 2004ء کو کراچی کے آواری ہوٹل میں رونمائی کی تقریب کی رپورٹ شائع کی جا رہی ہے۔ کراچی کے بعض ممتاز علماء سیاستدانوں ممبران پارلیمنٹ، ممتاز صحافیوں اور کالم نگاروں نے اظہار خیال کیا جس کے چیدہ چیدہ حصے شامل کئے جا رہے ہیں۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا مفتی محمد عثمان یار خان صاحب نے انجام دیئے۔ تقریب کے حاضرین میں درجنوں شہرہ آفاق علماء وفضلاء اور دانشوروں کے علاوہ سندھ کے وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم بھی مہمان خصوصی کے طور پر موجود تھے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے کئی حضرات کو اظہار خیال کا موقع نہ مل سکا۔.............................. (ادارہ)

حافظ محمد تقی صاحب۔ رہنما جمعیت علماء پاکستان

آج کی یہ تقریب جس کتاب کی رونمائی میں ہے وہ اپنے نام کے حوالے سے بڑی جامع اور واضح طور پر بتاتی ہے کہ اس کتاب کے مصنف نے کیا کہنا چاہا ہے اور اس نے اس کتاب میں کیا بات کہی ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی اس حوالے سے پہلے ہی بڑے معتبر ہیں کہ آپ بہت بڑے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے جنہوں نے مذہبی میدان میں بھی اور سیاسی میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے، مولانا نے اسے آگے بڑھاتے ہوئے بیک وقت کئی محاذوں پر شاندار طریقے سے کام کیا اس کتاب کو سرسری پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ مولانا نے اسلام اور پاکستان کا ایک طرح کا مقدمہ لڑا ہے۔ اور ہر اس موضوع پر مولانا نے اظہار خیال فرمایا ہے۔ جس کے بارے میں مغربی میڈیا مسلمانوں کے متعلق غلط پروپیگنڈہ کر رہا تھا اور مسلمانوں کو دنیا میں رسوا اور بدنام کر رہا تھا۔ مولانا صاحب نے اس سلسلہ میں کوئی نقطہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ صحافیوں اور میڈیا کے نمائندوں سے خطاب کیا ان کی غلط فہمیوں کو جہاد کے حوالہ سے دور کیا۔ افغانستان میں جب روس داخل ہوا اور اس نے جارحیت کا آغاز کیا تو اسوقت سے لے کر طالبان کے آخری دور تک کی تاریخ اس کتاب میں رقم ہے۔ مولانا نے ہر مرحلہ پر اسلام کی آبیاری کرنے کیلئے اغیار کے ہتھکنڈوں کو نیست و نابود

کرنے کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اس سب کا تفصیلی صورتحال بھی اس کتاب کے اندر موجود ہے۔ اسلام کی حقانیت کے بارے میں جہاد کے بارے میں افغانستان کے بارے میں حتیٰ کہ عراق کے بارے میں کشمیر کے بارے میں اور فلسطین کے بارے میں اور اسلام کے خلاف اغیار نے جو باتیں گھڑی تھیں انکے مدلل جواب دیئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک ریفرنس کی حیثیت سے پاکستان کی تمام لائبریریوں میں اسکا ہونا بڑا ضروری ہے۔ جیسا کہ پروفیسر عبدالرشید صاحب نے بتایا کہ اگر اس میں اضافے ہو جائیں تو یہ کتاب مزید معتبر ہو جائیگی۔ اور ان تمام لوگوں کیلئے دلچسپی کا باعث بنے گی جو کچھ سیکھنا چاہتے ہیں اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں آخر میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ یہ کتاب پاکستان کے پڑھے لکھے لوگوں کیلئے، علماء کیلئے دانشوروں کیلئے، اور سکالرز کیلئے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام ان لوگوں کیلئے جو کچھ دیکھنا، معلوم کرنا، سمجھنا اور کچھ سیکھنا چاہتے ہیں ان سب کیلئے ایک بہترین کتاب ثابت ہوگی۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب علامہ حسن ترابی صاحب۔ صوبائی صدر I-T-P

قابل احترام حضرت علامہ سمیع الحق صاحب۔ جناب ارباب غلام رحیم صاحب، وزیراعلیٰ سندھ۔ علمائے کرام دوستو! ساتھیو! السلام علیکم!

بنیادی لحاظ سے بارگاہ خداوند کا ارشاد ہے کہ ان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ یقیناً یہ لکھنا پڑھنا مدارس جہاد اور احتجاج وغیرہ یہ سب چیزیں اللہ کی نصرت ہیں اور خداوندی ہی نے اپنی نصرت سے ہمیں اس بات پہ آمادہ کیا کہ میں کم از کم اس بات پر آج فخر کرتا ہوں کہ یہ جن لوگوں کو دہشت گردوں کا نام دے رہے ہیں، وہ حقیقت میں پکے نمازی اور دیندار بے ضرر لوگ ہیں۔ ہمارا کوئی اچھا عمل ہو یا نہ ہو لیکن ان کی دشمنی نے ہمیں بتادیا کہ یقیناً ہم سب کا راستہ اسلام کا راستہ ہے۔ محمد عربی کا راستہ ہے۔ حق کا راستہ ہے اور وقتی مشکلات کا انشاءاللہ سامنا کریں گے اور ان مشکلات کے بعد انشاءاللہ جاء الحق وزهق الباطل والی منزل آنے والی ہے۔ اور خدا کا وعدہ ہے کہ چاہے مشرک کو کتنا مکروہ گزرے ناپسند کرے خدا اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے طول وعرض میں بہت سارے علماء کرام، دانشور، صحافی برسرپیکار ہیں۔ قلمی حوالے سے تقریروں کے حوالے سے مدارس کے حوالے سے اور اس میں مولانا سمیع الحق صاحب اور آپ کے خانوادے کا نام بھی گنا جاتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ میں سلام کرتا ہوں حضرت علامہ سمیع الحق صاحب کو کہ انہوں نے اسلامی نظام کی احیاء کے لئے پاکستان میں بیس (بنیاد) فراہم کیا۔ یہاں بیس کوئی نہیں تھی۔ اور تمام تر مشکلات اسی وجہ سے تھیں کہ ہمارا آپس میں انتشار تھا۔ ہماری شناخت مسلکوں کے حوالے سے ہماری شناخت اپنے مدارس، مذاہب اور غیر اہم مسائل کے حوالے سے تھی ان کو ہم نے اتنا ابھارا تھا کہ اصل اسلام چھپا ہوا تھا ہم میں کوئی بریلوی تھا کوئی دیوبندی تھا کوئی سنی تھا

تو کوئی پٹھان تھا کوئی پنجابی۔ اوران کی کوشش سے پاکستان میں ایک بیس بن چکا ہے۔ اس شناخت کو جو خدا نے ہمیں عطا کیا جو محمدؐ نے ہمیں دیا کہ نحن مسلمون اس شناخت کو آگے کریں تو اس حوالے سے پاکستان میں ایک بیس متحدہ مجلس عمل کی شکل میں بن چکا ہے۔ اگر چہ اس سے آپ ناراض ہیں اس کے باوجود ان کے بانی ارکان میں سے حضرت قبلہ صاحب ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تمام تر مشکلات کے باوجود یہ بارآور ہوگا اور امت مسلمہ کی نظریں اسی پر ہیں اگر کوئی سمجھتا ہے کہ ووٹ دیا گیا ہے کسی فرد کو یا جماعت کو تو یہ غلط ہے بلکہ اس اتحاد کو امت نے پسند کیا ورنہ اس سے قبل دیوبندی بریلوی شیعہ ہم مختلف شکلوں میں لوگوں کے پاس جاتے رہے لیکن انہوں نے ہمیں ووٹ نہیں دیا بلکہ ہمیں مسترد کیا اور لوگوں نے ہمیں علماء کرام کو مولویوں کو یہ پیغام دیا کہ تم سن لو تمہارا مقابلہ کفر سے ہے تمہیں جب بھی ہمارے پاس آنا ہے تو شیعہ بن کر نہیں آنا' سنی بن کر نہیں آنا' دیوبندی بن کر نہیں آنا' مسلمان بن کر آنا ہے۔ اور ہم نے اس تحریک کا آغاز انشاء اللہ کیا اس سرزمین پاکستان کو اگر اپنے خواب کی تعبیر ملے گی تو اس اتحاد اور اخوت سے ملے گی اور انشاء اللہ امریکہ کچھ بھی کرے شیطان کچھ بھی کرے آنے والا کل انشاء اللہ اسلام کا ہوگا۔ مسلمانوں کا ہوگا۔ امت مسلمہ کا ہوگا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سینیٹر مولانا ہدایت اللہ شاہ صاحب۔ جمعیت علماء اسلام (ف)

امت مسلمہ کو آج بنیادی حقوق سے محروم کیا جارہا ہے بالخصوص ان کے عقیدے اور کلچر پر ایک یلغار ہے۔ مسلمانوں کو آج بنیادی حقوق (فنی تعلیم) سے محروم کیا جارہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب لکھ کر امت مسلمہ پر مولانا سمیع الحق نے بہت بڑا احسان کیا۔ جس میں اسلام کا جو موقف بیان کیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کا توڑ پیش کیا ہے جو کہ اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کررہے ہیں۔ اللہ مولانا کو جزائے خیر عطا کرے۔ آج امت مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں اس کتاب سے میرے خیال میں اس کا مداوا ہوگیا۔ اللہ پاک ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہو۔

جناب ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب: معروف ٹی وی چینل ARY کے نامور کمپیئر اور دانشور:

بہت سارے علماء دین بیٹھے ہیں آپ کے سامنے مذہب کے حوالے سے کوئی بات کرنا یا محمود شام جیسی شخصیت کی موجودگی میں خود کو میڈیا کا کچھ بھی کہنا میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے نامناسب ہے۔ پچھلے تین برسوں میں آپ تمام لوگوں کے تعاون اور دعاؤں نے مولانا سمیع الحق صاحب سمیت میرا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے میری ملاقات مولانا سمیع الحق صاحب سے ایک سال پہلے ہوئی جب میں عراق سے واپس آیا تھا' قاضی حسین احمد کی رہائش گاہ پر متحدہ مجلس عمل کا ایک اجلاس ہورہا تھا قاضی صاحب علامہ شاہ احمد نورانی مرحوم' مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب تمام عمائدین وہاں موجود تھے۔ راستہ میں مولانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی وہ ایک ایسی ملاقات تھی گویا کہ ان کو برسوں سے جانتا ہوں اتنی شفقت اور محبت ان کی طرف سے ملی۔ جب ۱۱ ستمبر کا واقعہ ہوا تو

مجھے یاد ہے کہ مجھے بطور ایک مہمان ARY میں بلایا گیا، بہت کم لوگوں کو یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے وہاں ایک عجیب مناظرہ دیکھا۔ ااستمبر کا ہی دن تھا اور وہاں ایک لائیو ٹاک شو ہو رہا تھا۔ وہاں جتنے لوگ تھے وہ تمام کے تمام ڈیفنسیو تھے یعنی سب کے سب وضاحتیں پیش کر رہے تھے اور مجھے یاد ہے کہ اس میں وہاں وہ لوگ بھی تھے جو مسلمانوں اور کشمیریوں کے ووٹ سے پارلیمنٹ کے رکن بنے ہیں۔ مجھے ایک شخص کا جملہ ابھی تک یاد ہے وہ لائیو T.V پر کہہ رہا تھا کہ ''ہم تو ان سے پاکستان میں اتنے بیزار ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ انہیں پکڑ کر بحیرہ عرب میں پھینک دوں۔'' میں یہ باہر سے سن کر ٹھٹک گیا کہ یہ لوگ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں، اتنی معافیاں مانگ کر آپ آج کی دنیا میں ٹھہر سکتے ہیں؟ کسی کے پاؤں پکڑ کر آپ بچ جائیں گے؟ یا آپ کو چھوڑ دیا جائیگا؟ میچ (مقابلے) جیتنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ دوسری ٹیم کے ہاف میں جا کر کھیلیں ورنہ اگر آپ اپنے ہاف میں رہیں گے تو گول تو بچا لیں گے لیکن میچ نہیں جیت پائیں گے۔ میچ جیتنے کیلئے آپ کو ایگریسیو ہونا ہے۔ انکے ہاف میں جانا ہے تاکہ آپ گول کریں ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم تمام بین الاقوامی معاملات میں ڈیفنسو ہو گئے ہیں۔ ہم کوئی ایگریسیو بات ہی نہیں کرتے ہمارا سارا وقت وضاحتوں میں لگ جاتا ہے کہ ہم یہ کر رہے ہیں ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ اچھا جی کشمیر میں یوں نہیں ہو رہا، اچھا جی افغانستان میں یہ نہیں ہے۔ ہم کل وقتی ڈیفینسو ہو چکے ہیں۔ اور ہمارے اس ڈیفینسو پالیسی کی وجہ سے جو جارحانہ قوتیں ہیں وہ بڑھتی جا رہی ہیں میں ایک چھوٹا سا معمولی انسان ہوں میرا یہ ایمان ہے لیکن مجھے میڈیا میں بیٹھ کر الحمدللہ ایک دن یا ایک گھڑی یا ایک وقت ایسا نہیں آیا جب مجھے یہ احساس ہوا ہو کہ مجھ سمیت مسلمانوں نے دنیا میں ایسا کچھ کام بھی کیا ہو جس پر مجھے شرمندہ ہونا چاہیے اور میں نے نہ کبھی کسی جگہ وضاحت پیش کی ہے اور نہ میں نے معافی کا اظہار کیا ہے بلکہ الٹا یہ کہتا ہوں کہ ہمیں بُرا کہنے والوں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ یہ انتہا پسندی یہ فنڈ مینٹلزم یہ ٹیررازم یہ ایکسٹریم ازم یہ اٹھا کہاں سے ہے؟ یہ تمہارے حجروں سے اٹھا ہے، یہ اختلافات کہاں پر وجود پاتیں ہیں۔ یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی اصطلاحات ہیں جو تم خود دوسرے پر استعمال کرتے تھے اور آج تم وہی اصطلاحات ہمارے اوپر استعمال کر رہے ہو۔ تو یہ ایک چھوٹی سی بات ہے جو ذہن میں بیٹھ گئی اور آپ یقین کریں کہ کوئی ایک وقت ایسا نہیں آیا کہ جب خوف محسوس ہوا ہو۔ یقین کریں ہمیں ڈرانے والے خود ایسے خوفزدہ ہیں وہ خود اتنے ڈرپوک ہیں کیونکہ وہ خود جھوٹے ہیں۔ دراصل جو غلط بیانی کرتا ہے وہی ڈرپوک ہوتا ہے، وہ کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی جب ارباب غلام رحیم صاحب کے آنے کا پتہ چلا، میں بہت کم لوگوں کی تعریف کیا کرتا ہوں۔ مجھے کسی نے کہا کہ ارباب غلام رحیم صاحب کا تبلیغی جماعت والیوں کیساتھ زیادہ انٹرکشن ہوتا ہے۔ میں نے ان سے انٹرویو میں ایک سوال پوچھا۔ جسے اس انٹرویو میں نہیں چلایا میں نے ان سے کہا کہ مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ جیسی شخصیت آئی ہے جو کم سے کم حکومت کا یہ امیج کسی حد تک تو ریفوز کرے کہ جو بھی مذہبی عناصر ہیں یا جو بھی مذہب سے محبت کرنے والے ہیں مذہب

کی باتیں کرنے والے ہیں وہ بلیک لسٹیڈ ہیں یہ بہت اچھی شخصیت ہیں۔ جو دوایکسٹیمز کے درمیان اچھا رول ادا کر رہے ہیں۔ بہت اچھا ہے کہ ارباب غلام رحیم جیسے لوگ ہوں مولانا سمیع الحق جیسے لوگ جو لکھتے ہیں' جن کی زبان وقلم تلوار کا کام کرتی ہے۔اور پھر ہم جیسے لوگ ہم تو کسی گنتی میں نہیں آتے ہم تو عام اٹھے ہوئے لوگ ہیں۔جن کو واقعات نے یا حادثات نے اٹھایا(حادثات کے نتیجہ میں ظاہر ہے کہ صدر مملکت حادثہ کا نتیجہ ہوسکتا ہے) تو میرا جیسا آدمی حادثہ کے نتیجہ میں میڈیا میں بھی آ سکتا ہے۔ یہاں پر تو زیادہ طرح لوگ حادثات کے نتیجہ میں آ کر مختلف جگہوں پر بیٹھے ہیں (ارباب غلام رحیم صاحب ان میں نہیں ہیں) اللہ سے دعا ہے کہ جیسے ہم ایک اتفاق سے آ گئے ایسا کوئی اتفاق بہا کر نہ لے جائے۔

واقعی ہمارے جانے کی کوئی وجہ بنے یا تو شہادت ملے اور یا کچھ کر کے جائیں تا کہ کہا جائے کہ شاہد مسعود اس وجہ سے آج T.V پر نظر نہیں آ رہے ہیں۔ میں ہمیشہ اللہ سے یہی دعا مانگتا ہوں۔ ہر دوسرے تیسرے دن ایسا موقع آیا ہوتا ہے جب مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آج آخری گفتگو ہوئی ہے۔کل پاکستان کی کیبلوں میں چوہے گھس کر تار کاٹ چکیں ہوں گے۔لیکن پھر اللہ کا احسان ہوتا ہے حکومت تو ظاہر ہے کہ کنڈم کرتی ہے' بہت سی پالیساں غلط ہیں سب کو ان سے اختلاف ہیں سب لوگ بات کرتے ہیں میں بھی ان پر بات کرتا ہوں لیکن میں کوئی حکومت کا ہمنوا نہیں ہوں۔ یہ تو مختلف چینلوں پر آزادی اظہار ہے۔اب دیکھ لیتے ہیں مولانا سمیع الحق' قاضی حسین احمد' مولانا فضل الرحمٰن اور تمام لوگ نظر آ جاتے ہیں۔اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اس حکومت کی کیا بات ہے جو آپ کو یاد رہے گی تو بُرے کاموں کی تو لمبی فہرست ہوں گی لیکن جو اچھی چیزیں ہیں ان میں کسی حد تک میڈیا کی آزادی ظاہر ہے کہ جس حد تک بھی ہو میں سمجھتا ہوں وہ بہت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو خیریت سے رکھے تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہمت دے اسی جوش وجذبہ کے ساتھ ہم ان آندھیوں' طوفانوں سے گزر جائیں اور آخرہ بات جو میں ہمیشہ کرتا ہوں کہ ہمیں ان حالات میں تھوڑی سی لچک بھی دکھانی ہے۔تھوڑے سے لچکدار درخت جو ہوتے ہیں وہ آندھیوں میں ٹھہر جاتے ہیں جھک کر اپنے آپ کو بچا کر پھر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو بالکل سخت اپنی جگہ پر کھڑے رہتے ہیں ان کو آندھیاں اپنی جڑوں سے نکال کر پھینک دیتی ہیں تو جہاں ضرورت ہو حکمت عملی کے تحت تھوڑی سی لچک پھر واپس' پھر لچک' پھر واپس اپنی جڑوں کو مضبوطی سے قائم رکھے اور کوشش کرے کہ یہ آندھیاں آپ کو اڑا کر نہ لے جائیں ایسا جواز اپنے لئے پیدا نہ کریں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خیریت سے رکھے۔ارباب صاحب مولانا سمیع الحق صاحب' محمود شام صاحب اور تمام حاضرین کا شکریہ۔اللہ حافظ

جناب ارباب غلام رحیم صاحب۔وزیر اعلیٰ صوبہ سندھ بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مولانا سمیع الحق صاحب' محمود شام' مولانا حامد الحق صاحب' ڈاکٹر شاہد صاحب اور معزز حاضرین

آپ لوگ اتنے علماء حضرات ادھر اکٹھے ہوئے ہیں۔ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی محبت میں یہاں حاضر ہوا۔ پہلے تو میں سمجھ رہا تھا کہ مولانا صاحب کی پارٹی کا کوئی فنکشن ہے انہوں نے مجھے پیار سے بلایا تو میں آ گیا۔ لیکن جب میں یہاں آیا تو دیکھا کہ مولانا صاحب کی کتاب کی تقریب رونمائی ہے اور بقول مولانا صاحب کے اس کا ٹاپک بڑا خطرناک ہے تو میں نے کہا چلئے جی اب تو آ ہی گئے ہیں۔ بہرحال آپ جیسے علماء کے درمیان میں سمجھتا ہوں کہ ایک شاگرد کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ ایک عام انسان کی حیثیت بھی نہیں رکھتا آپ علماء حضرات کے سامنے بولنا میں سمجھتا ہوں میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ مولانا صاحب نے پتہ نہیں مجھ کو کیوں سلیکٹ کیا۔ میں مولانا صاحب کی محبت میں حاضر ہوا ہوں ان سے بڑا پرانا تعلق ہے۔ ہم لوگ پارلیمنٹ اور سینٹ وغیرہ میں اکھٹے رہے ہیں۔ یہ ان کا پیار ومحبت ہے کہ جب بھی آتے ہیں تو یاد فرماتے ہیں میں بھی اسی بنیاد پر حاضر ہوا ہوں۔

ڈاکٹر شاہد صاحب نے جو انٹرویو لیا تھا میں نے خود بھی ان کے ساتھی شکیل صاحب سے پوچھا کہ یار میرے انٹرویو کو کاٹا کیوں؟ تو وہ کہہ رہے تھے کہ نہیں کوئی چیز بھی نہیں کاٹی۔ مگر مجھے سمجھ آئی کہ انٹرویو میں سے کچھ چیزیں کاٹیں گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ تبلیغ کے ساتھ جاتے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا مجھے اس بات پر کوئی شرمندگی نہیں ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ مجھے اس پر فخر ہے تو انہوں نے پتہ نہیں یہ بات کیوں کاٹ دی' مجھے تو بات سمجھ نہیں آئی۔ بہرحال آپ نے مولانا صاحب کی کتاب کی تقریب رونمائی کا اچھا کام کیا۔ میں بھی اس میں شامل ہوا ہوں' ٹاپک تو بقول مولانا صاحب کے بڑا خطرناک ہے۔ مجھے نہ تو اس سلسلہ میں اتنی کوئی جان ہے اور نہ میں بول سکتا ہوں۔ بہرحال مولانا صاحب کی خدمات اہم ہیں۔ ان کا جو اپنا مدرسہ ہے میں ان کے پاس وہاں بھی گیا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس ملک میں ان کے والد صاحب کی بہت بڑی خدمات ہیں ان کی وجہ سے جو دین پھیلا ہے اور جو مسلمان وہاں پیدا ہوئے' دین کا جو چراغ وہاں سے جلا ہے وہ ان شاء اللہ قائم رہے گا۔

میں دین کے جذبہ کی خاطر علماء کی قدر وعزت کرتا ہوں اب میں اس میں کس قدر رول پلے کر سکتا ہوں مجھے اس بات کا علم تو نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں پر C.M بننے کا موقع دیا ہے۔ ان شاء اللہ کوشش کریں گے کہ دین کے سلسلہ میں آپ کی خدمت کریں۔ میں جو بھی خدمت مدارس کے سلسلہ میں کر سکوں آپ کی خدمت جاری رہے گی۔ اور کچھ بھی نہیں تو آپ کی عزت ہوگی۔ میں یہ بات بھی وثوق سے کر سکتا ہوں کہ ہمارے پریذیڈنٹ صاحب جب بھی باہر جاتے ہیں آپ کے مدارس کا بڑا کھل کر حمایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جتنا سوشل ورک ہمارے مدارس کر رہے ہیں وہ کسی نے نہیں کیا۔ یہ بات بھی انہوں نے کہی ہے کہ ہمارے مسلمانوں کو دیوار سے لگایا جاتا ہے یہ حالات خود پیدا کئے جا رہے ہیں جس سے یہ ماحول پیدا ہو رہا ہے۔ جیسا کہ شاہد صاحب نے کہا کہ اگر جنرل صاحب نے اس حوالے سے اپنے ملک میں اگر کوئی بات کی ہے کچھ لچک پیدا کرنی چاہیے تو ایک سربراہ کے حیثیت سے

انٹرنیشنل حالات کو دیکھنے کے بعد ہوسکتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک مصلحت ہو آپ علماء ومشائخ سے ملاقاتیں بھی ان کی ہوتی رہتی ہیں۔

میں نے رشین جہاد میں جانے والے لوگوں سے ملاقاتیں بھی کی ہیں۔ اور اسلحہ کی جو بات ہے تو وہاں میں نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور مدد بھی دیکھی ہے اس سے مجھے واقفیت ہے وہ حقیقت ہے جب عراق وار ہو رہی تھی تو ایک دفعہ مجھے جمعہ کی نماز کا موقع ملا تو وہاں مسجد میں مولانا صاحب کہہ رہے تھے کہ امریکہ والوں تم نیچے اتر آؤ تو ہم تمہیں دیکھیں گے مجھے بڑا افسوس ہو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ ہمارے پاس ٹیکنالوجی نہیں ہے تو ہم ان کو نیچے اترنے کا کہہ رہے ہیں۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ نیچے اترنے کے بعد بڑا فرق پڑا ہے۔ اوپر اوپر کچھ اور بات تھی اور اب نیچے اترنے پر فرق پڑا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دینی تعلیم اپنی جگہ ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی بھی سیکھنی چاہیے' ہمارے حکمران یہی کہتے ہیں کہ آپ اپنے مدارس میں سائنس وٹیکنالوجی اور یہ دنیا کے علوم عصری علوم پڑھائیں۔ پاک وہند کی تقسیم کے وقت بھی علماء کہتے تھے کہ جدید علوم پڑھیئے۔

محمود شام صاحب کی باتیں سن کر میں بڑا متاثر ہوا ان کی زندگی کا یہ پہلو مجھے پہلے معلوم نہ تھا مجھے اور محمود شام صاحب کو ان باتوں میں زیادہ نہ گھسیٹیں ہمیں کسی اور جگہ بھی رہتے دیں۔ انشاء اللہ جس حد تک ہم آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں اس حد تک دیں گے۔ آپ سے یہ درخواست ضرور کریں گے کہ ہمیں دعاؤں میں ضرور یاد کریں۔ لمبی چوڑی تقریر اس لئے نہیں ہوسکتی کہ جماعت کا ٹائم گزر رہا ہے اور میرے پاس کوئی خاص موضوع بھی نہیں ہے۔ کہ آپ علماء کے سامنے کھڑے ہو کر لیکچر دوں۔　　والسلام

جناب جاوید علی شاہ گیلانی صاحب۔ ایم این اے۔ پارلیمانی سیکرٹری پروڈکشن:

مولانا صاحب کا جو مقام ومرتبہ اور عزت وحیثیت ہے وہ مسلّم ہے۔ انہوں نے اس کتاب کی شکل میں برملا اور باہمت کوشش کی ہے۔ مولانا صاحب نے ہمیشہ دینی جدوجہد میں اہم رول ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت کچھ اس تقریب میں سن بھی لیا ہے اور ان کی کوششوں سے آپ پریس اور میڈیا کے ذریعے بھی واقفیت حاصل کرتے ہوں گے۔ یہ کتاب میں نے سرسری طور پر پڑھی ہے۔ اسے مکمل پڑھ لوں تو اس پر اپنا تبصرہ اگر اِس وقت آپ کے سامنے پیش نہ کر سکا تو انشاء اللہ لکھ لوں گا۔ مولانا صاحب ہمہ جہت شخصیت کے حامل ہیں۔ مختلف میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ میدان سیاست کے علاوہ درس وتدریس اور تحریر وتقریر کے بھی شہسوار ہیں۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی ارسال کر سکتے ہیں: editor_alhaq@yahoo.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ختم بخاری وجلسہ دستار بندی سے خطاب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد قال رسول الله صلعم "العلماء ورثة الانبیاء"

معزز علماء کرام، مشائخ عظام، ملک کے چپہ چپہ سے آئے ہوئے دین درد رکھنے والے مسلمانو اور میرے پیارے محبوب طلبائے کرام آج آپ علم وعرفان کے اس عظیم مرکز میں علوم دینیہ سے فراغت پانے والے آٹھ سو طلباء اور قرآن مجید کے حفظ جیسے نعمتِ عظمی کو سینوں میں محفوظ کرنے والے خوش نصیبوں کے اعزاز واکرام میں جمع ہو چکے ہیں۔ اس حیاتِ مستعار میں انسان پر خوشی کے کئی مواقع آتے رہتے ہیں لیکن ہر خوشی کا کوئی نہ کوئی بدل بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا شادی کرنا بھی خوشی کا باعث ہے مگر یہ موقعہ دوبارہ بھی آسکتا ہے کہ ایک شادی کے بعد دوسری شادی کی جائے۔ اولاد پیدا ہونے کا موقع بھی خوشی ومسرت کا لمحہ ہے مگر ایک بچے کے پیدا ہونے کے بعد دوسرا بچہ پیدا ہوکر دوبارہ خوشی کا یہ موقع ہاتھ آسکتا۔ یہی حال اور بے شمار اللہ کی نعمتوں کا ہے۔ لیکن یہ ساعت جو کہ علوم الانبیاء سے فراغت اور دستارِ عظمت وفضیلت کا آپ حضرات کو حاصل ہو رہا ہے اس پر جو اظہار مسرت شرعی حدود کے اندر اور مالک الملک جل جلالہ کا جتنا شکریہ عجز وانکساری سے ادا کیا جائے کم ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء باری تعالیٰ کے اس بے پناہ احسان پر اگر آپ تمام عمر سجدہ ریز رہیں تو "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا" حصول علم کے اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہی ناممکن ہے۔ اور میری رائے تو یہ کہ یہ موقع زندگی بھر کا سب سے بہترین لمحہ ہے۔ جس کی نظیر اور تشبیہ کسی دوسرے خوشی سے دنیا بھی عبث ہے۔ اکابرین اور بزرگوں کے ہاتھوں ان طلبائے کرام کے سروں پر دستار بندی جو کہ عظمت واعتماد کی علامت ہوتی ہے زندگی میں یہ موقع بار بار نہیں آتا۔

معزز سامعین کرام زندگی میں آپ اور ہم کئی مجالس میں بیٹھنے اور شریک ہونے کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔ کبھی بادشاہوں اور اقتدار کے ایوانوں میں۔ کبھی سیاسی اجتماعات اور محافل میں، کبھی شادی وغمی اور گاؤں، شہروں کے حجروں اور بیٹھکوں میں اور کبھی آج جیسے علم وعرفان سے معمور ومنور اجتماع میں مل بیٹھنے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ مگر اللہ کے ہاں زندگی کا مقدس ترین وقت یہی ہے جو آپ آج یہاں وارثان رسولؐ کے ساتھ گرمی وتکالیف سے بے نیاز ہوکر گزار رہے ہیں۔ کیونکہ یہاں آپ خالص اللہ کی رضا اور اپنے محبوب صلعم کی احادیث حاصل کرنے والوں کی دلجوئی،

کے لئے آئے ہوئے ہیں۔حضور اکرمؐ کے فرمان کے مطابق ایسے مجالس کو کروڑوں فرشتے گھیر کر شرکت کرنے والوں پر اللہ کے لامتناہی برکات ورحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔رب ذوالمنن ایسی محفل جس میں قال اللہ وقال الرسول کا درس ہوتا ہے، میں شرکت کرنے والے ہر فرد کا نام از راہ فخر۔ لے کر ذکر فرماتے ہیں۔اس مادہ پرستی اور ہوس اقتدار کے دور میں اگر کرسی اقتدار پر بیٹھا کوئی فرد اپنے مجلس میں ہم میں سے کسی کا نام ذکر کرے تو معلوم ہونے پر ہمارے فخر وخوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی پھر بادشاہوں کے بادشاہ رب العالمین جس کا نام سے وہ کتنا خوش بخت ہوگا۔

محترم دوستوں! بہت سستا سودا ہے۔محنت کم اور انعام اتنا بڑا جس کا تصور بھی اس دار فانی میں ناممکن ہے۔آپ انشاء اللہ حاصل کریں گے، دنیا کے معمولی نفع حاصل کرنے کے لئے ہم دن رات کی پرواہ کئے بغیر جہد مسلسل میں مصروف رہتے ہیں۔جبکہ نفع کا حاصل کرنا بھی غیر یقینی، موہوم اور فانی اور دین کی خاطر یہاں آپ کا تھوڑے وقت کے لئے بیٹھنا اس پر اجر وثواب کا ملنا یقینی اور دیرپا انشاء اللہ اخروی دنیوی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

محترم حاضرین! جامعہ حقانیہ اور اس جیسے اور دینی اداروں میں پیغمبروں کے وارثین پیدا ہو رہے ہیں۔دنیاوی علوم کے لئے کہیں میڈیکل یونیورسٹی ہے تو کہیں انجینئرنگ یونیورسٹی اسی طرح ہر علم کے الگ ادارہ طلباء ڈاکٹر انجینئر وغیرہ بن کر نکلتے ہیں۔جامعہ حقانیہ سے علوم الانبیاء جو کہ انبیاء کی میراث ہے میں مہارت حاصل کرنے والے ماہر بن کر نکلتے ہیں۔انبیاء کی میراث مال دولت نہیں ہوتی بلکہ علم جو کہ اللہ کی صفت ہے انبیاء اس کے حاملین ہوتے ہیں جو کہ ان مدارس میں پڑھنے والوں کو منتقل ہو کر یہ خوش نصیب طلباء انبیاء کے وارث بن جاتے ہیں۔

آج آپکے سامنے جن آٹھ صد طلباء کی دستار بندی ہوگی یہ پیغمبرؐ کے اسی میراث کے حاملین ہیں۔یہ قارون کے وارث نہیں فرعون ونمرود کے وارث نہیں۔انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں کتنا بڑا مقام ان کو حاصل ہو رہا ہے۔

مادہ پرستی کے اس دور میں کوئی قارون کا وارث بننے کا طلبگار ہے اور کوئی ہامان وشداد کا۔اور بعض اللہ کے برگزیدہ بندے پیغمبر کے وارث بننے کے شوق میں گھر بار چھوڑ کر نکلے ہوئے ہیں۔یہی وہ وارثین نبی ہیں جن کے اکرام میں آپ سینکڑوں میلوں کی تکالیف برداشت کر کے تشریف لائے ہیں۔رحمت کے فرشتے ان طلباء کے قدموں میں پَر بچھاتے ہیں۔ان کے لئے فرشتے اور آسمان وزمین کے تمام رہنے والے دعائیں دیتے ہیں۔بزرگوں کے بقول ان عاشقانِ علوم نبوت کی نقل وحرکت سے آنے والے عذاب ٹل جاتے ہیں۔

معزز حاضرین جامعہ حقانیہ کے تاسیس اور تاریخ سے آپ میں سے اکثر واقف ہیں۔ادارہ کے بانی وموسس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق برد اللہ مضجعہ نے اس کی ابتداء اکوڑہ خٹک کے ایک چھوٹی سی مسجد سے کی۔ آج اللہ کے کرم سے ادارہ کی شعاعیں اطراف عالم میں پھیل چکی ہیں۔یہ سب کچھ حق تعالیٰ کے خصوصی فضل اور جامعہ کے بانی کے اخلاص، تقویٰ اور شبانہ روز اللہ کے حضور گریہ وزاری ودعوات کا نتیجہ ہے۔ان کی وفات کے وقت دورۂ

حدیث کے طلباء کی تعداد ڈھائی صد تھی۔ ان کے دعوات کا ثمرہ ہے کہ اب سال کے ابتداء میں علمی استعداد اور ادارہ کے شایانِ شان حامل علماء کو علوم نبوی سے آراستہ کرنے کے پیش نظر سخت اور کڑے امتحان اور مختلف مراحل میں کامیاب ہونے والوں کا داخلہ صرف دورہ حدیث شریف میں آٹھ سو سے اوپر ہے اگر داخلہ میں معمولی رعایت و نرمی کا معاملہ ہوتا تو یہ تعداد دو ہزار تک پہونچ جاتی۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ رات کے اندھیروں میں رو رو کر حقانیہ کے ماضی، حال اور مستقبل میں فارغ ہونے والوں کے دنیا و آخرۃ میں سرخروئی کے لئے دست بدعا رہتے۔ دعاؤں کی قبولیت کے آثار اظہر من الشمس ہیں۔ بحمد للہ آج اس مرکز علمی کا ہر روحانی و علمی فرزند اشاعتِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے میدانوں میں کسی نہ کسی صورت میں مصروف عمل ہے۔

تعلیمی سال کے ابتداء میں داخلوں کے لئے شائقین علوم نبویہ کے بے پناہ ہجوم و کثرت کے پیش نظر انتظامیہ کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ طلباء کا داخلہ ڈھائی تین ہزار تک ہو جائے مگر تکمیل عزائم کی راہ میں وسائل کی کمی آڑے آکر رکاوٹ بن جاتی ہے۔ دو ہفتہ قبل جامعہ حقانیہ کی مجلس شوریٰ نے ادارہ کے واجبی اخراجات کے لئے ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے سالانہ بجٹ کی منظوری دی جبکہ تعمیری اخراجات و دیگر عزائم کے منصوبے اس کے علاوہ ہیں۔

باوجود اتنے اخراجات کے ادارہ کی امتیازی خصوصیت یہ کہ اسکی مستقل اور مقرر کردہ آمدنی پانچ روپے ماہوار یا سالانہ نہیں اور نہ چندہ جمع کرنے کیلئے اسکا کوئی سفیر بیرون ملک جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنی حیات میں شوریٰ سے بجٹ کی منظوری لیتے وقت ادارہ کے خالی خزانہ کا ذکر کر کے مجلس سے فرماتے تو کلا علی اللہ آئندہ بجٹ کی منظوری دی جائے۔ اب بھی وہی حالت ہے۔ بجٹ کی منظوری کے وقت مطلوبہ بجٹ کا دسواں حصہ بھی دار العلوم کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔ اکابر کے اسی توکل اور اعتماد کو وسیلہ بنا کر سال کے آخر تک ضروریات اللہ تعالیٰ پورے فرما دیتے ہیں۔

بین الاقوامی حالات اور روز افزوں مہنگائی کے پیش نظر فارغ التحصیل ہونے والے فضلائے بالخصوص عامۃ المسلمین اور ادارہ کے متعلقین واحباب سے بالعموم میری درخواست ہے کہ آپ میں سے ہر ایک اس عظیم مرکز علمی کے بقاء واستحکام و مزید ترقی کے لئے سفیر و معاون بن کر اس کے دینی و علمی پیغام کو گھر گھر پہونچا دیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو یہ بھی معلوم ہے کہ تمام عالم کفر نے یہ ادارہ اپنا ٹارگٹ بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ کہ اشاعت علم ہو یا اللہ کے دین کی سربلندی واحیاء کا ہر تحریک، حقانیہ کے فضلاء قائدانہ صلاحیتوں کے پیش نظر فرنٹ لائن میں رہتے ہیں۔ یہی اس ادارہ کی وہ ادا ہے جس کو عالم کفر اپنے ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ سمجھ رہا ہے۔ دعا فرماتے رہیں کہ رب العزت علم و عرفان کے اس مرکز کو ہر قسم کے آفات و فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آخر میں بندہ و جناب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ و تمام منتظمین دل کی گہرائیوں سے آپ کی آمد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کے شایان شان خدمت نہ کرنے پر آپ سے معذرت خواہ ہیں۔

نکولس ہیلین
کرسٹوفر مورگن

برطانیہ کے اعلیٰ طبقے میں اسلام سے رغبت

ایک قابل اعتماد رپورٹ کے مطابق ۱۴ ہزار سے زائد برطانوی سفید فام مغربی اقدار سے مایوس ہونے کے بعد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ مسلمان ہونے والوں میں بعض مشہور شخصیتیں شامل ہیں۔ مسلمان رہنماؤں کی طرف سے اس رجحان کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نظر میں معاشرے کی اہم شخصیتوں کے قبول اسلام سے مسلم آبادی کو تحفظ ملے گا جو دہشت گردی کے الزامات کی وجہ سے خوف کی شکار ہے۔ دریں اثناء برطانیہ کی مسلم کونسل نے سابق وزیر صحت فرینک ڈوبسن کے بیٹے جوئے احمد ڈوبسن کو اپنی استحکام نو کمیٹی کا چیئر مین مقرر کیا ہے۔

یحییٰ بریٹ (سابق جوناتھ بریٹ) جو کہ بی بی سی کے سابق ڈائریکٹر جنرل لارڈ بریٹ کے بیٹے ہیں' نے عیسائیوں کے قبول اسلام کے حوالے سے پہلا قابل اعتماد ڈاٹا اپنے مطالعے کی روشنی میں فراہم کیا ہے۔ تازہ ترین رائے شماری میں انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ اس وقت برطانیہ میں نومسلموں کی تعداد ۱۴ ہزار دوسو ہے۔

اپنے ایمان کے بارے میں گزشتہ ہفتے اظہار کرتے ہوئے آکسفورڈ کے تعلیم یافتہ یحییٰ بریٹ نے کہا کہ میلکم ایکس کی طرح کی ایک شخصیت سفید فام برطانیوں کی بھی درکار ہے' تاکہ آئندہ عوامی پیمانے پر قبول اسلام کا سلسلہ ممکن ہو سکے۔ ان کا کہنا ہے کہ اجنبی اسلام کو دیسی اسلام میں تبدیل کرنے کے لئے ایک بڑی شخصیت کی ضرورت ہے۔ سیاسی اسلامی تحریکوں نے جو اسلام کی تصویر پیش کی ہے وہ بہت زیادہ جاذب نظر نہیں ہے۔

یحییٰ بریٹ کا کہنا ہے کہ ابتداء میں ان کے پیش نظر قبول اسلام کے لئے بہت منظم دلائل نہیں تھے' لیکن بعد میں ''اسلام کے مستحکم' متوازن' مربوط عقیدے اور اس کے روحانی پہلو نے مجھے اچھی طرح مطمئن کر لیا''۔ ایمان نے اسٹیبلشمنٹ کے بہت سارے لوگوں کو توڑ لیا۔ گزشتہ ہفتے یہ انکشاف ہوا کہ سابق لبرل برطانوی وزیر اعظم ہربرٹ ایسکتھ کی پرپوتی ایما کلارک (Emma Clark) نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ واضح رہے کہ ہربرٹ ایسکتھ نے ہی برطانیہ کو پہلی جنگ عظیم میں جھونکا تھا۔ کلارک جو پہلے پرنس شف ویلس کے گلوشیئر شائر محل کے باغ کی ڈیزائن کیا کرتی تھی' اب سرے میں واقع ایک مسجد کے باغ کی ڈیزائننگ میں مصروف ہے۔ زیادہ تر مسلم چارلس لی گائی ایٹن (Charles Le Gai Eaton) کی تحریروں سے متاثر ہوئے ہیں۔ ایٹن جو کہ ''اسلام اور انسان کی تقدیر'' (Islam and the destiny of man) کے مصنف ہیں کا کہنا ہے کہ ''مجھے لوگوں کے بے شمار خطوط موصول

ہوئے ہیں جنہوں نے موجودہ عیسائیت کے من مانہ معیارات سے اپنی مایوسی کا اظہار کیا ہے اور وہ ایسے کسی مذہب کے متلاشی ہیں جو جدید دنیا سے بہت زیادہ مصالحت کی روش پر گامزن نہ ہو''۔

کچھ دوسرے لوگ محبت اور شادی کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں' کرسٹائن بیکر (Kristaine Backer) جو کہ عمران خان کی سابق گرل فرینڈ ہیں' کا کہنا ہے کہ وہ مذہب سے متعارف محبت و عاشقی کے ذریعے ہوئی لیکن محبت کا رشتہ ٹوٹنے کے بعد وہ مسلمان ہوگئی وہ اپنے مذہب کے بارے میں اعلانیہ بیان دینے سے گریز کرتی ہیں کیونکہ اس سے ان کی ملازمت کے کیریئر پر برا اثر پڑنے کا خوف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عمران نے بیج بویا لیکن جب ان سے قطع تعلق ہوگیا تو ایمان اپنے طور پر متحرک رہا۔ بیکر جو کہ تصوف سے گہرا لگاؤ رکھتی ہیں' کا کہنا ہے کہ برطانوی سفید فام نومسلموں کو اسلام کے اندر کے تعصب اور کافروں کے تعصب کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

بیکر ایک جگہ کہتی ہے کہ ''مسجد میں جب کچھ خواتین مجھے آ کر نصیحت کرتی ہیں کہ آپ اپنے بالوں کو اچھی طرح ڈھکیں کیونکہ یہ نظر آ رہے ہیں تو میں انہیں جواب دیتی ہوں کہ آپ اپنے بالوں کی فکر کریں' آپ یہاں خدا کی جانب متوجہ ہونے آئی ہیں۔

بعض معروف مسلم اور بھی زیادہ محتاط ہیں۔ ۴۰ سالہ رئیس یار بوروغ نے جن کی لنکون شائر میں ۲۸ ہزار ایکڑ زمینیں ہیں اپنے ایمان کے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کردیا۔ یار بوروغ جنہوں نے اپنا نام عبدالمتین رکھا ہے' کہا کہ ''میرے پاس آپ سے کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔'' مسلم رہنما اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے جدید طریقے اپنا رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر کئی گروہ ہیں جو سفید فام نومسلموں کی فہرست فراہم کرتے ہیں۔

لندن میں سرکاری اخراجات سے چلنے والا ایک اسکول جسے یوسف اسلام سابق گلوکار (Cat Stevence) نے قائم کیا ہے' رول ماڈل کی خاطر اس اسکول نے کئی اہم فٹبالرس کی طرف رجوع کیا۔ قریبی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کئی نومسلم فٹبالر جن میں مانچسٹر شہر کے اسٹرائکر نکولس انیلکا (Nicolas Anelka) اور ٹوٹن ہام ہوٹپر کے عمر ''فریڈی'' کیناوٹ اس اسکول کا دورہ کرچکے ہین۔

تازہ شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ ہفتے اسلام کو سرکاری قبولیت بھی حاصل ہوگئی ہے۔ ملکہ نے بکنگھم پیلس کے مسلم اسٹاف کو مسجد میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے مہلت دینے کی اجازت دے دی ہے۔ شعبہ مالیات کے ایک رکن نے سب سے پہلے اسی سہولت سے فائدہ اٹھایا۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

نکتہ نظر

راشد شاز *

تبدیلی فکر و نظر کی دعوت

سعودی دارالحکومت ریاض کے مضافات میں جدید طرز کی قلعہ نما عمارتوں پر مشتمل ایک وسیع و عریض کیمپس واقع ہے۔ جامعۃ الامام کا یہ کیمپس جہاں دینی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ سطح پر اہتمام پایا جاتا ہے اپنی نوعیت کا واحد ادارہ نہیں۔ مدینہ منورہ میں جامعہ اسلامیہ، مصر کا شہرۂ آفاق مدرسہ ازہر شریف اور اس قبیل کی نہ جانے کتنی دینی درسگاہیں دنیا بھر میں علوم شرعی کے حوالے سے معروف ہیں، ریاض شہر کی دوسری جانب کنگ سعود یونیورسٹی کا وسیع و عریض کیمپس ہے جسے سیکولر یا عصری تعلیم کے حوالے سے عالم عرب میں ایک ممتاز مقام کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ جامعہ امام اور جامعہ سعود گو کہ ایک ہی شہر میں واقع ہیں لیکن ان دونوں کی دنیا مختلف ہے۔ ایک کے یہاں صرف علوم شرعی پر زور ہے، دوسرے علوم اس کی نظر میں لائق اعتنا نہیں تو دوسری طرف عصری علوم کے حاملین علوم شرعی کو اپنے فکر و نظر کے دائرے سے خارج سمجھتے ہیں۔ علم کی یہ اسلامی اور غیر اسلامی تقسیم مسلم دنیا میں صدیوں سے رائج ہے اب یہ روایت اتنی مستحکم ہو گئی ہے کہ کوئی جبیں اس ثنویت پر شکن آلود نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی کو اس خیال کی اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے فکری زوال کا ایک بڑا سبب علم کے سلسلے میں ان کا اپنا پیدا کردہ التباس ہے، جو لوگ معاصر دانش گاہوں میں تعلیم پاتے یا درس و تدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں وہ صدیوں سے اس احساس تلے جیتے ہیں کہ وہ علوم شرعی کے حاملین کے مقابلے میں کمتر درجے کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دوسری طرف روایتی دانشگاہوں میں علماء و شیوخ اس التباس فکری کے شکار ہیں کہ وہ وارثین انبیاء اور طالبان نبوت ہیں، علم کی حقیقی خدمت صرف وہی انجام دے رہے ہیں اور ان ہی کے حوالے سے آخرت کی فلاح و نجات کا فیصلہ ہونا ہے۔

مسلمانوں میں علم شرعی کی روایت جس کا سلسلہ صدیوں سے چلا آتا ہے دراصل ان کے دور زوال کی پیداوار ہے، استعمار سے پہلے جہاں بھی جس شکل میں بھی مسلم حکومتیں باقی رہیں، مسلمانوں کی درسگاہیں علم کی اس شرعی اور غیر شرعی تقسیم سے ناآشنا تھیں۔ اس بات کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ روایتی درس گاہوں کے نصاب میں آج بھی ان علوم و فنون کے باقیات کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں جو اپنے وقت میں عصری علوم کی ترقی یافتہ شکل

* ملی ٹائمز بلڈنگ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵ انڈیا

سمجھے جاتے تھے۔ منطق وفلسفہ، ریاضی اور علم ہیئت، علم کلام اور عروض و بلاغت جیسے مضامین جو آج اپنی موجودہ شکل میں ازکاررفتہ معلوم ہوتے ہیں اپنے عہد میں عصری آگہی سے واقفیت کی دلیل سمجھے جاتے تھے۔ البتہ جب سے مسلم اہل فکر نے یہ سمجھ لیا کہ ان دانش گاہوں کا کام اب محض دین کی حفاظت ہے اقوام عالم کی قیادت وسیاست کا زمانہ جاچکا تب سے علم شرعی کے حاملین خالصتاً مدافعت کی نفسیات کے اسیر ہو گئے، فکر ونظر کا یہ زوال چند برسوں کی بات نہیں بلکہ اس کی جڑیں دور بہت دور ماضی بعید میں پائی جاتی ہیں۔

دینی مدارس جو علم شرعی کے حوالے سے اپنی دینی حیثیت پر استدلال کرتے ہیں ان کے پیش نظر اگر صرف یہ مقصد ہو کہ وہ مسلم معاشرے کیلئے واعظ وخطیب، امام اور قراء پیدا کریں گے جس کی بہرحال مسلم معاشرے کو ضرورت ہے تو محض اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے پیمانے پر متخصصین کی دانش گاہیں قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ یہ ہدف مختصر عرصے میں جز وقتی نصاب کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر ان کا مقصد ایسے علماو مفکرین پیدا کرنا ہے جو جدید دنیا کی فکری وعلمی قیادت کرسکیں تو یہ کام یقیناً ان دانش گاہوں سے نہیں ہوسکتا جہاں قدامت کو جز ونصاب سمجھا گیا ہے اور جہاں طلباء واساتذہ کو اس بات کو ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی کہ نئی دنیا میں اقوام وملل کے سامنے اس وقت کون سا ایجنڈا معرض بحث ہے۔

علم کیا ہے؟ الراسخون فی العلم کون لوگ ہوسکتے ہیں؟ قرآن مجید عالم کی کیا تعریف متعین کرتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا صحیح جواب فراہم کئے بغیر ہم اس ثنویت کا پردہ چاک نہیں کرسکتے جو علم کے سلسلے میں ہمارے یہاں رائج ہوگئی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون (الزمر:۹) قرآن کی نگاہ میں علم کے دو مآخذ ہیں: وحی اور عقل، وحی وہ شاہِ کلید ہے جس سے اگر صرف نظر کیا جائے تو عقل بے مہار گمراہی کی طرف لے جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس وحی کی روشنی میں عقل کا سفر انسان کو حقیقت کی نقاب کشائی کا متحمل بناتا ہے۔ وہ لوگ جو آیت اللہ پر غور وفکر کے ذریعہ خالق کا عرفان حاصل کرسکیں اور جن کے قلوب اس کی خشیت اور جاہ جلال سے مبہوت ہوجائیں وہی لوگ ہیں جنہیں صحیح معنوں میں عالم کہا جاسکتا ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا (فاطر:۲۸) قرآن مجید کے نزدیک رسول کا فریضہ یہ ہے کہ وہ خدا کی آیات کی تلاوت کے ذریعے انسانوں کے قلب ونظر کی تشکیل کرنا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے۔ کتاب کے ساتھ حکمت کا بیان اور خود رسول کو اس کارِ حکمت پر مامور کرنا اس بات پر دال ہے کہ قرآن جو انسانوں کے لئے شاہ کلید ہے اس کو برتنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے عقلی رویے کی ضرورت ناگزیر ہے۔ دل ودماغ کو متحرک کئے بغیر اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

حکمت کیا ہے؟ بعض متقدمین کو کتاب کے ساتھ حکمت کے تذکرے سے یہ اشتباہ پیدا ہوا ہے کہ کتاب اگر قرآن ہے تو حکمت سنت۔ لیکن قرآن مجید کی ان تمام آیات کو سامنے رکھنے سے، جہاں مختلف سیاق میں حکمت کا لفظ

وارد ہوا ہے اس خیال کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس حکمت کے معنی ایک عقلی رویے کی تشکیل اور دل و دماغ کو متحرک رکھنے سے عبارت ہے اس بات کی تائید جابجا آیت حکمت کے مطالعے سے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت داؤد کے حوالے سے وارد ہے کہ انہیں اللہ نے اقتدار اور حکمت سے نوازا (البقرہ:۲۵۱) اسی سیاق میں آگے ارشاد ہے: یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد أوتی خیرا کثیرا (البقرہ:۲۶۹) ایک دوسری جگہ آل ابراہیم کے حوالے سے انہیں کتاب وحکمت اور ملک عظیم عطا کرنا کا تذکرہ ہے (نساء ۵۴) سورۂ نساء میں مسلمانوں کو یہ مشورہ بھی دیا جارہا ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی دعوت دینے میں کمال حکمت اور موعظۃ حسنۃ سے کام لیں قرآن کی لغت میں حکمت دراصل ایک بہت جامع لفظ ہے۔ یہ ایک ایسا ذہنی رویہ ہے جو انسانی دل و دماغ پر وحی کی ضیاپاشیوں سے تشکیل پاتا ہے اس کے برعکس خالص تعقل پسندی انسان پر ان امور کی نقاب کشائی نہیں کرسکتی جو وحی کا طرۂ امتیاز ہے۔

عہد رسول کی تہذیبی اور فکری زندگی پر غور کیجئے توحید خالص کی دعوت نے اوہام وخرافات میں ڈوبے ہوئے بت پرست معاشرے میں ایک ایسی ہلچل پیدا کردی تھی کہ نفع ونقصان کے میزانیے کو لات ومنات سے وابستہ کرنے کی بجائے خالص عقل کی کسوٹی پر دیکھا جانے لگا۔ قرآن اہل کفر کے سلسلے میں بار بار یہ کہتا ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے صاف روشن حقیقتوں پر غور وفکر نہیں کرتے اسی طرح قصہ ابراہیم میں اس عقلی مکالمے کو ملاحظہ کیجئے جہاں اصنام پرستی کے خلاف یہ دلیل لائی گئی کہ جو بت اپنے نفع ونقصان پر قادر نہیں وہ بھلا دوسروں کو کیا فیض پہونچا سکتے ہیں دل اگر حق کا متلاشی ہو تو وہ عقل کے سہارے منزل مراد کو پہنچ سکتا ہے یہی ہے کتاب وحکمت کے امتزاج کا ماحصل۔

ابتدائی عہد میں مسلمانوں کی پہلی نسل جس حیرت انگیز طریقے سے اقوام عالم پر اپنی فضیلت قائم کرتی رہی اس کے پیچھے ایک بڑے محرک کتاب وحکمت سے تشکیل پانے والا قلب سلیم تھا۔ عہد اولیٰ میں ہمارے علماء ومفکرین کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ ہمارا کام صرف علم شرعی کی تحصیل وتحفیظ تک محدود ہے رہی خدا کی کائنات کی تسخیر اور اس میں پائی جانے والی مختلف اقوام وملل کی امامت تو اس دنیا داری سے بھلا علماء کرام کا کیا واسطہ۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ابتدائی عہد میں تفقہ فی الدین کی بات تو سنائی دیتی ہے البتہ علم کی شرعی اور غیر شرعی تقسیم کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

ابتدائی عہد میں ہمارے لئے یہ خیال بھی اجنبی تھا کہ مسلمانوں میں عامۃ الناس سے الگ علم دین کے حوالے سے علماء ومشائخ کا کوئی طبقہ اپنی علیحدہ حیثیت اور فضیلت پر اصرار کرے گا۔ آج جو پوری دنیا میں مسلمانوں کے مابین علماء وشیوخ کا ایک طبقہ دیکھنے کو ملتا ہے جس نے اپنے لباس عادات واطوار اور طریقہ کلام سے اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے ممیز کر رکھا ہے کسی ایسے طبقہ کا وجود کم از کم پہلی صدی ہجری کے آخر تک نہیں پایا جاتا۔ علم کے حوالے سے طبقۂ علماء کی باضابطہ تشکیل کا کام عہد عباسی میں انجام پایا۔ قاضی ابو یوسف اسلام میں وہ پہلا شخص ہیں جنہوں نے

اپنے لئے عام لوگوں سے الگ ایک ایسے مخصوص لباس کا تعین کیا جسے عہدۂ قضا کے حوالے سے رفتہ رفتہ طبقہ علماء میں قبولیت حاصل ہوگئی۔ اور جسے آج مختلف شکلوں میں مختلف معاشروں میں علماء اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہی عہد علم کے حوالے سے ائمہ محدثین اور ائمہ فقہاء کے ظہور کا بھی ہے' اسی عہد میں قراء کے مقابلے میں محدثین کی سماجی حیثیت بڑھتی گئی اور یہ خیال عام ہوا کہ اصل علم روایتوں کی تجمیع اور تحفظ سے متعلق ہے۔ اسی عہد میں عالم کی قرآنی تعریف التباس فکری کا شکار ہوئی اور پھر آگے کی صدیوں میں رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آپہونچی کہ باقاعدہ علوم کی شرعی اور غیر شرعی تقسیم عمل میں آ گئی۔ غیر شرعی علوم کے سلسلے میں چونکہ یہ خیال عام ہوا کہ وہ دنیاداروں کا میدان ہے اس لئے عام مسلم ذہنوں میں تسخیر کائنات کے سلسلے میں بے توقیری کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے برعکس علماء ومشائخ نے آخرت کے حوالے سے معاشرے میں اپنی سماجی توقیر میں خاصا اضافہ کرلیا۔ آگے چل کر جو لوگ تسخیر کائنات کے علوم سے وابستہ رہے یا جنہوں نے مسلم معاشرے میں سائنس وطب کی بیش بہا خدمات انجام دیں وہ بھی ایک طرح کے احساس پشیمانی سے دوچار رہے' انہیں ایسا لگتا تھا جیسے علوم شرعی کے مقابلے میں تسخیر کائنات کے شعبے سے ان کی وابستگی کوئی گھٹیا درجے کا فریضہ ہے' اس طرز فکر نے رفتہ رفتہ مسلم معاشرے کو تسخیر کائنات کی قرآنی دعوت سے غافل کردیا۔ علم کے نام پر اب ہمارا کل سرمایہ علوم نقلیہ تک محدود ہوگیا اور علماء کا یہ وظیفہ قرار پایا کہ وہ متقدمین کی کتابوں سے ان کے فہم دین کو ہم تک منتقل کرتے رہیں۔ بلکہ بعد کے عہد میں تو علماء نے یہ کام بھی اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ متقدمین کی تشریح وتعبیر کے علاوہ ہرگز کسی نئی فہم کو اعتبار عطا نہیں کریں گے۔

فی زمانہ علم کے حوالے سے مسلم دنیا جس التباس فکری کی شکار ہے کچھ یہی صورتحال اہل یہود کے ربائیوں نے بھی کوئی دو ہزار سال سے پیدا کر رکھی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ فقہاء یہود کے نزدیک زندگی کا بنیادی وظیفہ تورات کا پڑھنا پڑھانا' اس کی تشریح وتعبیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ روزی کمانے کے لئے بھی حیلِ شرعی کے ذریعہ یہ راستہ نکالا گیا کہ اس کی اجازت صرف اس شکل میں دی جاسکتی ہے جب کمانے والا اس نیت سے کمائے کہ وہ تورات کے طالب علموں پر اپنی کمائی صرف کرنا چاہتا ہو' رہا تورات کے علاوہ کسی اور کتاب کا مطالعہ تو فقہاء یہود کے نزدیک یہ ایک سنگین جرم تھا۔ معبد کی دوسری تباہی کے بعد اہل یہود کے تمام بڑے دماغ علم شرعی کے سلسلے میں پیدا کردہ اپنے اس مغالطے کے اسیر رہے' ایسا نہیں کہ ان کے ہاں دو ہزار سالوں میں بڑے دماغ پیدا نہ ہوئے ہوں' لیکن ان کی تمام تر ترکتنازیوں کا میدان ربائی ادب کی قیل وقال رہی۔ ان کے بہترین دماغ اس طرح کی شرعی بحثوں میں اپنی قوت ضائع کرتے رہے کہ سبت کے دن کس کس عمل سے اس کی حرمت پامال ہوسکتی ہے' حتی کہ یہ بات بھی موضوع بحث بنی کہ خداترس یہودی سبت کے دن ٹوائلٹ فلش کرسکتے ہیں یا نہیں' دنیا ان دو ہزار سالوں میں اہل یہود کے کسی بڑے دماغ سے ناآشنا رہی۔ البتہ جب اٹھارہویں صدی کے آخر میں مشرقی یورپ میں ان کے بعض فقہاء نے حیلِ شرعی کے

سہارے شرعی علوم کے علاوہ دوسری کتابیں پڑھنے کی راہ نکالی تو انیسویں اور بیسویں صدی میں اہل یہود کے خانوادہ سے علماء ومفکرین کا ایک سیلاب سا آ گیا۔

راسخ العقیدہ یہودی جزئیات ورسومات کی بڑی باریک بینی سے پابندی کرتے ہیں۔حضرت مسیحؑ کے الفاظ میں ''مچھر چھاننے اور اونٹ نگل جانے'' کا محاورہ ان پر صادق آتا ہے۔اٹھارہویں صدی کے یورپ میں جب دنیا صنعتی انقلاب کی اتھل پتھل سے دوچار تھی' اہل یہود کے ربائی اپنی قوم کو اس بات کی اجازت دینے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہ نئے انقلاب کی ماہیئت اور اس کے اسباب کا مطالعہ کریں۔مگر انسانی شب وروز میں کچھ لمحات ایسے بھی ہوتے ہیں جب تورات اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا۔مثال کے طور پر بیت الخلاء میں جو وقت گزرتا ہے' کیا اس دوران سیکولر علوم کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے؟ بعض یہودی فقہاء نے ایسے اوقات میں دنیوی علوم کے مطالعہ کی اجازت دے دی۔پھر کیا تھا جسے دیکھئے اس فقہی گنجائش سے فائدہ اٹھانے لگا۔اٹھارہویں صدی کے آخر میں مشرقی یورپ کے یہودی گھرانے میں گھنٹوں بیت الخلاء میں وقت گزارنے کا تذکرہ ملتا ہے۔اس عہد میں عام طور پر اہل یہود کے اہل فکر قبض کی شکایت کرتے نظر آتے ہیں۔

اہلِ یہود کے ہاں اس حیلِ شرعی کے ذریعہ دنیوی علوم پر لگی پابندی کا جو بند ٹوٹے ہے تو پھر یہ سلسلہ رو کے نہیں رکا۔دیکھتے دیکھتے انیسویں اور بیسویں صدی میں قوم یہود سے علماء ومفکرین کی ایک فوج نکل آئی جن کے دل و دماغ نے انیسویں اور بیسویں صدی کی بساط سجانے میں کلیدی رول ادا کیا۔اہل یہود کے اس تجربہ میں ہم مسلمانوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان پوشیدہ ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے یہاں شرعی اور دنیوی علوم کی ثنویت دور کرنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں البتہ اب تک ہمارے علماء اس ادراک سے خالی رہے ہیں کہ علم کے سلسلے میں اس التباس نے ہمارے زوال میں کلیدی رول ادا کیا ہے اور یہ کہ اس ثنویت کو دور کئے بغیر ہم سیادت کے راستہ پر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ابوحامد غزالی نے احیاء العلوم میں ایک جگہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کو طب' ہندسہ جیسے علوم سیکھنا چاہیے تاکہ وہ غیر مسلموں کے محتاج نہ ہوں' البتہ یہ خیال کہ ان علوم کا سیکھنا ہی دراصل علم کی تکمیل سے عبارت ہے ہمارے فکری چوکھٹے میں اب تک پوری طرح نہیں سما سکا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم اہل فکر کتاب وحکمت کے اس امتزاج اور اسکے مضمرات کا کسی حد تک ادراک کریں البتہ جو لوگ عرصے سے علماء یہود کی طرح علم کی شرعی اور غیر شرعی تقسیم کے قائل رہے ہیں ان کیلئے کسی ایسی حقیقت کا ادراک تقلیب فکر ونظر کے بغیر ممکن نہ ہوگا' لیکن مشکل یہ ہے کہ اسکے بغیر اور دوسرا کوئی مختصر راستہ ہے بھی نہیں۔

جناب محمد ظہیر الدین بھٹی

رمضان المبارک

غزوات‘ فتوحات‘ اہم واقعات اور عظیم شخصیات کی وفات کا مہینہ

اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے‘ اسی ماہ مبارک میں‘ انسانیت کی رہنمائی کے لئے آسمانی کتابیں نازل ہوئیں۔ چنانچہ احمد اور مردویہ کی روایت کے مطابق: ”صحفِ ابراہیمؑ رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئے۔ تورات‘ رمضان کی ساتویں رات کو نازل ہوئی۔ انجیل رمضان کی تیرہویں رات میں اور قرآن شریف پچیسویں رات میں نازل ہوا۔ (دیکھئے یسلونک فی الدین والحیاۃ‘ ڈاکٹر احمد الشرباصی‘ ج ۶‘ ص ۴۳۳)

تاریخ اسلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک جہاد اور فتوحات کا مہینہ رہا ہے۔ اس ماہ مقدس میں جہاد کا پرچم بارہا بلند ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو فتح و کامرانی سے نوازا۔ رمضان المبارک کی مناسبت سے ہم اس مضمون میں تاریخ اسلام کے کچھ اہم واقعات کا اختصار سے تذکرہ کرتے ہیں۔

غزوات وفتوحات

۱۔ ہجرت نبویؐ کے صرف سات ماہ بعد رمضان المبارک میں آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی قیادت میں‘ بحرِ احمر کے ساحل کے قریب العیص مقام کی طرف‘ ۳۰ سواروں کا سریہ بھیجا تاکہ وہ ابوجہل کی سرکردگی میں شام جانے والے قافلے کو روکے۔

۲۔ ۱۷ رمضان ۲ھ میں رسالت مآبؐ کی زیر قیادت صحابہ کبار کے لشکر نے میدانِ بدر میں مشرک سپاہ سے نبرد آزمائی کی۔ اس لشکر کا سب سے بڑا ہتھیار اللہ اور رسولؐ پر پختہ ایمان‘ ان کی سچی محبت اور نصرتِ الٰہی پر یقین کامل تھا۔ تعداد کی کمی‘ اسلحہ کی قلت اور مشرک فوج کی مادی برتری کے باوجود مسلمانوں نے فتح پائی اور کفارِ مکہ کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا۔

۳۔ ۸ رمضان ۸ھ کو آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ غزوہ تبوک سے فتح و نصرت سے ہم کنار ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ نے اپنی اس جنگی نقل و حرکت سے رومی افواج کو مرعوب کر دیا تھا‘ نیز جزیرۃ العرب کے شمال میں واقع قبائل میں اپنی دعوت بھی پھیلائی۔

۴۔ ۲۰ رمضان ۸ھ کو رسول اکرمؐ اپنے ۱۰ ہزار مجاہدوں کی معیت میں مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور یہ

سال عام الفتح (فتح کا سال) کہلایا۔

۵۔ ۱۳ رمضان ۱۵ھ کو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ فلسطین گئے۔ اس سے پہلے شام کا علاقہ فتح کرنے کے لئے مسلم افواج خونریز جنگیں کر چکی تھیں۔ بیت المقدس شہر کے نگراں بطریک، یعنی مذہبی پیشوا نے شہر کی کنجی امیر المومنین کے حوالے کی۔ آپ نے شہر میں داخل ہو کر باشندگانِ شہر کو جان و مال کی امان لکھ دی۔

۶۔ یکم رمضان ۲۰ھ کو امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہد ہی میں حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھوں مصر فتح ہوا۔

۷۔ ۲۳ رمضان ۳۱ھ میں خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں مسلمانوں نے ساسانیوں (ایرانیوں) پر مکمل فتح پائی۔ ان کا سپہ سالار اور بادشاہ یزدگرد ہلاک ہوا۔

۸۔ یکم رمضان ۹۱ھ کو طریف بن مالک البربری نے تنگنائے ہرقل...... جو بعد میں جبل الطارق کہلائی...... عبور کی اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ اسپین کے ساحل پر اترا۔ ان کا یہ عمل ان عظیم غزوات کی تمہید ثابت ہوا جو آئندہ برس موسیٰ بن نصیر نے طارق بن زیادہ کی قیادت میں لڑے۔

۹۔ ۴ رمضان ۹۲ھ کو مسلمانوں نے طارق بن زیاد کی کمان میں اسپین کے شہر القوط کو فتح کرلیا اور اسپینی کمانڈر مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

۱۰۔ ۱۰ رمضان ۹۶ھ میں محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے ہاتھیوں پر مبنی بہت بڑے لشکر پر دریائے سندھ کے کنارے فتح پائی۔

۱۱۔ ۹ رمضان ۲۱۲ھ کو مسلمان جزیرہ صقلی کے ساحل پر اترے اور اسلام پھیلانے کی خاطر یہاں کا اقتدار سنبھال لیا۔

۱۲۔ ۹ رمضان ۴۷۹ھ کو مرابطیوں کے لشکر کے سپہ سالار یوسف بن تاشفین نے فونس ششم شاہ قشتالہ کی زیر کمان فرنگی فوجوں کو شکست فاش دی۔ فونس ششم اپنے لشکر کے صرف ۹، افراد سمیت جان بچانے میں کامیاب ہوا۔

۱۳۔ ۲۵ رمضان ۵۸۴ھ کو صلاح الدین ایوبیؒ نے قلعہ صقر پر قبضہ کیا۔ اس میں موجود صلیبیوں کو نکال باہر کیا، س طرح سلطان نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرنے کے لئے راستہ ہموار کردیا۔

۱۴۔ ۲۶ رمضان ۵۸۴ھ کو صلاح الدین ایوبیؒ نے معرکہ حطین میں صلیبیوں کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ ان کے سپہ سالار رناط کو گرفتار کیا۔ یہ معرکہ مشرقِ وسطی سے صلیبی وجود کے خاتمے کا آغاز ثابت ہوا۔

۱۵۔ ۱۰ رمضان ۶۴۸ھ کو شجرۃ الدرّ (الملک الصالح کی اہلیہ) نے معرکہ المنصورہ میں لوئس نہم پر فتح حاصل کی۔ لوئس نہم گرفتار ہوا اور اس کے لشکر کا بڑا حصہ مارا گیا۔

۱۶۔ ۲۶ رمضان ۶۵۸ھ کو ظاہر بیبرس نے اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے عین جالوت کے مقام پر تاتاریوں سے لڑائی لڑی۔ اسے فتحِ عظیم حاصل ہوئی، جبکہ تاتاریوں کو بہت بری شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۷۔ ۱۹ رمضان ۶۶۶ھ کو فاتح سپہ سالار ظاہر بیبرس نے ہی شمالی شام کے شہر انطاکیہ پر فتح پائی۔ صلیبیوں کی طاقت کو کچل کر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس علاقے میں صلیبیوں کے قدم جم نہ سکے۔

۱۸۔ ۲۸ رمضان ۹۲ھ (۱۹ جولائی ۷۱۱ء کو ملک القوط کی فوجوں اور مسلمانوں کے مابین گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

اہم واقعات:

۱۔ رمضان ۲ھ میں عید الفطر سے دو دن پہلے فطرانہ فرض ہوا۔

۲۔ رمضان ۴ھ میں آنحضرت ﷺ نے ام المومنین زینب بنت خزیمہ سے شادی کی۔ یہ ام المساکین کہلاتی ہیں

۳۔ رمضان ۶ھ میں قحط پڑا۔ آپؐ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمائی۔

۴۔ رمضان ۹ھ میں ثقیف کا وفد بارگاہ رسالت مآبؐ میں حاضر ہوا اور قبول اسلام کا اعلان کیا۔

۵۔ ۲۵ رمضان ۸ھ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے آنحضرتؐ کے حکم پر عزیٰ کے بت پاش پاش کر دیا۔

۶۔ رمضان المبارک ۴۰ھ میں حضرت حسن بن علیؓ نے اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد خلافت سنبھالی۔

۷۔ ۲۹ رمضان ۴۸ھ میں عقبہ بن نافع نے القیر وان شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا تاکہ یہ رومیوں اور صلیبیوں کے حملوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کی محفوظ پناہ گاہ بن سکے۔

۸۔ ۹ رمضان ۹۳ھ کو موسیٰ بن نصیر نے اندلس پہنچنے کے لئے سمندر عبور کیا تاکہ وہ قرطبہ کے قریب طارق بن زیاد کے لشکر سے مل سکے اور دونوں مل کر اندلس کی اسلامی فتوحات کو مکمل کر سکیں۔ اس ملک میں اسلام پھیلا سکیں اور کئی صدیوں تک قائم رہنے والی تہذیب کی بنیاد رکھ سکیں۔

۹۔ ۲۹ رمضان ۱۳۲ھ کو عبداللہ العباس نے دمشق پر قبضہ کیا تاکہ وہ اموی سلطنت کے خاتمے اور ایک مضبوط اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کر سکے۔

۱۰۔ ۱۵ رمضان ۱۳۸ھ میں عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس پہنچنے کے لئے سمندر عبور کیا تاکہ وہ وہاں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرے، جس میں مشرقی تہذیب کا جلال و جمال منعکس ہو۔

۱۱۔ ۱۸ رمضان ۴۸۳ھ میں سلطان یوسف بن تاشفین، اندلس کے مسلمانوں کی پراگندہ جمعیت کو اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے وہاں پر موجود طوائف الملوکی کا خاتمہ کر دیا۔

۱۲۔ ۲۷ رمضان ۱۳۶۶ھ (۱۴ اگست ۱۹۴۷ء) کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اللہ کرے کہ یہ حقیقی معنوں میں اسلامی مملکت بنے اور قائم و دائم رہے۔

۱۳۔ رمضان ۳۶۱ھ میں جوہر صقلی نے قاہرہ میں جامع الازہر کی عمارت کی تکمیل کی۔

۱۴۔ ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں مشہور اسلامی فلسفی، مفسر اور عالم فخر الدین رازی پیدا ہوئے۔

۱۵۔ لیلۃ القدر رمضان المبارک ۱۰۳۸ھ میں عظیم اسلامی مورخ احمد بن محمد المقری التلمسانی نے اپنی قابل فخر کتاب نفح الطیب مکمل کی۔

وفیات رمضان:

۱۔ حضرت علیؓ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے منگل کی رات ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو وفات پائی۔

۳۔ امام مجاہد عبداللہ بن مبارکؒ نے ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں، رومیوں کے مقابلے میں جہاد میں شرکت کے بعد عراض میں دریائے فرات کے کنارے ھیت کے شہر میں وفات پائی۔

۴۔ رمضان ۲۰۸ھ میں سیدہ نفیسہ بنت الحسن بن زید بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے وفات پائی۔ ان کا مزار قاہرہ شہر میں ہے۔

۵۔ رمضان ۳۱۶ھ میں شیخ مصر، ابوالحسن بنان الحمال الواسطی نے وفات پائی یہ زہد و عبادت میں ضرب المثل ہیں۔

۶۔ رمضان ۵۳۹ھ میں امیر المومنین یوسف بن تاشفین سلطان العرب اپنے رب سے جا ملے۔ معرکہ زلاقہ کی فتح کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

۷۔ ۱۳ رمضان ۵۹۷ھ میں متعدد کتب کے مولف ابوالفرج بن الجوزی نے وفات پائی۔

اقتدار کے ایوانوں میں

شریعت بل کا معرکہ

...... از ......

حضرت مولانا سمیع الحق

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لحہ بہ لحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

مولانا حافظ شوکت علی حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

رمضان المبارک کے فضائل

احکام اور مسائل

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے' یہ شمارہ محترم قارئین کے ہاتھوں اس وقت پہنچے گا کہ رمضان مقدس کا مہینہ اپنی تمام تر ایمان افروز رعنائیوں' تقویٰ وطہارت کی لطافتوں اور ظاہری و باطنی برکتوں کے ساتھ امت محمدیہؐ کے سروں پر سایہ افگن ہو چکا ہوگا۔

اس ماہ مقدس کی عظمتوں اور فضیلتوں سے امت مسلمہ کو روشناس کرنے کے واسطے نبی کریمؐ نے وقتاً فوقتاً مقدس کلمات ارشاد فرمائے تاکہ لوگ اس کی قدر ومنزلت کو اچھی طرح پہچان لے اور اس کی ایمان پرور فضاؤں اور تقویٰ نواز بہاروں سے اپنی زندگیوں کو صدا بہار بنالے' چنانچہ فرمایا کہ اس مہینہ کی ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ہزار مہینوں میں تقریباً تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں' اس کا حاصل یہ ہوا کہ اس ایک رات کی عبادت سے تیس ہزار راتوں کی عبادت سے زیادہ اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے اور یہ زیادت اللہ پاک کے علم میں ہے۔ اس مہینہ میں طاعات پر صبر اور فقراء' مساکین کے ساتھ غمخواری اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مومن بندہ چاہے امیر ہو یا غریب' کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جس کا سب کو تجربہ ہے۔ روزہ دار کو افطار کرانا خواہ کھجور کے ٹکڑے یا پانی اور لسی کے گھونٹ سے کیوں نہ ہو گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یوں تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ رحمت' مغفرت اور جہنم سے خلاصی کا مہینہ ہے' لیکن پہلے عشرہ میں رحمت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور درمیانی عشرہ میں مغفرت غالب ہوتی ہے' اور آخری عشرہ آتش دوزخ سے رہائی کا ہے' فرمایا کہ الصوم جُنّۃ روزہ ڈھال ہے' علماء فرماتے ہیں کہ روزہ تین چیزوں سے حفاظت کا ڈھال ہے۔ نفس اور شیطان کے مکر وفریب سے۔ دنیوی پریشانیوں اور مصائب سے۔ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے۔ روزے کا مقصد' تقویٰ دار' شکر گزار اور ہدایت یافتہ بندہ بننا ہے۔ چنانچہ فرمایا' لعلکم تتقون۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ لعلکم تشکرون تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ لعلھم یرشدون۔ تاکہ وہ (روزہ دار) نیک راستے پر لگ جائیں۔

<u>احکام ومسائل:</u> ماہ مقدس کے اس مقدس عمل کو صحیح طریقے پر ادا کرنے کے لئے متعلقہ احکام ومسائل کا سیکھنا انتہائی لازمی ہے لہذا چند ضروری مسائل یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ کان میں پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کان میں قصداً پانی ڈالنے کی صورت میں اختلاف ہے۔

فاسد نہ ہونا راجح ہے اور فاسد ہونے کا حکم دینے میں احتیاط ہے البتہ تیل یا دوا ڈالنے سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے

۲۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی بلکہ عروق و مسامات کے ذریعے معدہ تک پہنچتی ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۳۔ اگر ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہوگیا تو اگر مرض کے شدید ہونے کا ظن غالب ہو تو افطار جائز ہے' صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ اگر انجکشن سے علاج ہو سکے تو روزہ توڑنا جائز نہیں۔

۴۔ عورت کا بوسہ لیا یا بطریقہ شہوت ہاتھ لگایا اور انزال ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں

۵۔ روزہ دار کے لئے منہ' ناک میں نسوار نہیں ڈالنا چاہیے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۶' ص ۴۱۱)

۶۔ عورت کو روزہ کی حالت میں لبوں پر سرخی لگانا جائز ہے البتہ منہ کے اندر جانے کا احتمال ہے تو مکروہ ہے۔

۷۔ روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکلوانا مفسد نہیں البتہ اگر ایسے ضعف کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے تو مکروہ ہوگا۔

۸۔ روزہ میں دانت نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا ضرورتِ شدیدہ کی بنیاد پر جائز ہے۔ اور بلا ضرورت مکروہ ہے اگر دوا یا خون پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۹۔ اگر کسی عورت نے رمضان میں ایام ماہواری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا' یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آ گیا تو اس کے لئے کھانا پینا جائز ہے۔ لیکن دوسروں کے سامنے نہ کھائے۔ اور اگر دن کو حیض سے پاک ہوئی تو دن کا باقی حصہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

۱۰۔ آنکھ میں بہتی ہوئی دوا ڈالی جس کا اثر حلق یا تھوک میں محسوس ہوا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۱۔ روزہ میں منجن' ٹوتھ پیسٹ یا عورتوں کے لئے دندانسہ لگانا مکروہ ہے اگر ان میں سے کوئی چیز حلق سے نیچے اتر گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۱۲۔ بواسیری مسوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۳۔ نابالغ بچے نے روزہ رکھا لیکن پھر اس کو توڑ دیا تو اس کی قضاء رکھوانا ضروری نہیں البتہ اگر نماز توڑ دی تو قضا واجب ہوگی۔

۱۴۔ سحری کو مشتبہ وقت میں کھانا مکروہ ہے یعنی اگر غالب گمان یہ ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد اذان شروع ہوئی یا سائرن بجایا گیا اور اس وقت کسی نے کچھ کھایا پیا تو روزہ نہیں ہوا۔ اور اگر حالت مشتبہ ہو تو کھانا پینا مکروہ ہے۔ مگر روزہ صحیح ہو جائے گا۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ ایسی حالت میں کھانا پینا چھوڑ دے۔

۱۵۔ کسی کو شدید بیماری نے گھیر لیا بوجہ ضرورت دوا استعمال کی جس کی وجہ سے روزہ جاتا رہا لیکن اس کے بعد آرام ہوگیا تو اب غروب آفتاب تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

۱۶۔ غیر اختیاری طور پر منہ بھر قے آئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا' البتہ اگر ایک چنے کی مقدار یا اس سے زائد قصداً واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ قضاء فرض ہے۔ کفارہ نہیں اور اگر جان بوجھ کر قے کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۷۔ قے کو مفسد سمجھ کر کھایا پیا تو اس پر کفارہ نہیں البتہ قضاء واجب ہے۔

۱۸۔ دانتوں میں اٹکے ہوئے کھانے کا ذرہ اگر چنے کے دانہ سے کم مقدار میں حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ اس سے جان بچانا مشکل ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کا ریشہ اگر حلق میں چلا گیا تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۱۹۔ تازہ کھجور سے افطار کرنا مستحب ہے' یہ نہ ہو تو خشک کھجور سے۔ اور یہ بھی نہ ہو تو پانی سے عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ من وجد تمراً فلیفطر ومن لافلیفطر علی ماء فان الماء طهور (ترمذی ۱۲۴ ج ۱)

۲۰۔ جو شخص بوقت صبح صادق سفر میں نہ ہو اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں اگر چہ دن میں سفر کا پختہ ارادہ ہو۔

۲۱۔ سفر شروع کرنے کے بعد روزہ توڑ دیا۔ قضاء واجب ہے اور وجوب کفارہ میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں۔

۲۲۔ روزہ کی حالت میں عورت نے اپنی شرمگاہ میں دوا ڈالی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ فرج داخل میں دوا پہنچنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۳۔ نفل روزہ حیض آنے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس کا قضاء لازم ہے۔

۲۴۔ مرض' بھوک یا پیاس کی وجہ سے جان کو خطرہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے' اگر روزہ نہ توڑا اور مر گیا تو گنہگار ہو جائیگا

۲۵۔ اگر زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر چاٹنے کے بعد تھوک دیا تو اس سے روزہ تو فاسد نہیں ہوتا مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۲۶۔ ہاتھ سے مَنی نکالنا بہت سخت گناہ ہے۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔

۲۷۔ مؤذن نے غروب سے چند منٹ پہلے اذان دیدی جس سے لوگوں نے روزہ کھول دیا تو یہ روزہ نہیں ہوا۔ پھر اس مؤذن کے اذان پر لوگوں کا غالب گمان اگر یہ ہو کہ صحیح وقت پر اذان دی ہے (حالانکہ قبل از وقت تھی) تو اس صورت میں صرف قضاءٔ واجب ہے۔ اور اگر لوگوں کو بھی شبہ تھا تو پھر کفارہ بھی واجب ہے۔

۲۸۔ حقہ اور سگریٹ وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۹۔ رمضان شریف کا روزہ قصداً توڑنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ کفارہ دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے۔ اگر کوئی شخص روزے رکھنے سے عاجز اور لاچار ہوں تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ کفارہ کے روزے ہو کہ دو ماہ ہیں۔ اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیے تو چاند کے حساب سے دو ماہ پوری کرلے دنوں کا اعتبار نہیں

اور اگر مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع نہ کیے بلکہ درمیانی کسی تاریخ سے شروع کیے تو ساٹھ دن پورے کرے۔

۳۰۔ بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور اس میں قرآن شریف سننا اور سنانا بھی سنت ہے۔

اعتکاف: رمضان المبارک کے آخری دس دن مسجد میں اپنے آپ کو اعتکاف کی نیت سے پابند کرانا' اعتکاف کہلاتا ہے۔ رسول پاک کا ارشاد مبارکہ ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمروں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور فرشتوں کا ہمنشیں ہوتا ہے۔ اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کے چاند ہونے تک باقی رہتا ہے۔ اعتکاف کرنے والے کو چاہیے کہ رمضان کی ۲۰/ تاریخ کو مغرب سے اتنے پہلے مسجد کی حدود میں داخل ہو جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفاریہ ہے یعنی ایک محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اگر سارے محلے میں کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔ (شامی)

چند مسائل: ا۔ کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف کے لئے بٹھانا جائز نہیں۔

۲۔ اگر محلے والوں میں کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنے کے لئے تیار نہ ہو تو کسی دوسرے محلے کے آدمی کو اپنی مسجد میں اعتکاف کرنے کے لئے تیار کرے' دوسرے محلے کے آدمی کے بیٹھنے سے اس محلے والوں کی سنت انشاء اللہ ادا ہو جائے گی (فتاوی دار العلوم دیوبند ص۵۱۲ ج۶)

۳۔ بھول کر مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۴۔ ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے اگر ضرورت زیادہ ہو تو مسجد میں کوئی بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر نہالے اس طور پر کہ مسجد میں مستعمل پانی نہ گرنے پائے یا تولیہ بھگو کر نچوڑ کر بدن پر ملے

۵۔ معتکف اگر مؤذن ہو اور اذان خانہ مسجد سے باہر ہو تو صرف اذان دینے کی غرض سے جا سکتا ہے۔

۶۔ قضاء حاجت جیسی ضرورت کے لئے نکلنے پر دیکھا کہ راستہ ہی میں نماز جنازہ شروع ہو رہی ہے تو اس میں شریک ہو سکتا ہے' نماز جنازہ سے پہلے انتظار کرنا یا نماز کے بعد وہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔ اس طرح قضاء حاجت کے لئے اپنے راستہ پر چلتے چلتے عیادت کر سکتا ہے۔ عیادت اور نماز جنازہ کے لئے راستہ سے کسی جانب مڑنا یا ٹھہرنا جائز نہیں۔

۷۔ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کیلئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ مسجد ہی میں کسی برتن میں دھولے

۸۔ صرف منجن' مسواک' یا ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کرنے کیلئے نکلنا جائز نہیں۔ البتہ وضو کیلئے نکل کر ان چیزوں کا استعمال کرنا وضو کے ساتھ جائز ہے۔

۹۔ رمضان کا مسنون اعتکاف کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تو صرف اس دن کی قضاء واجب ہے جس میں اعتکاف ٹوٹا پھر ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کرلے یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرلے۔ ایک دن کی قضاء میں

رات دن دونوں کی قضاء واجب ہے اگر اعتکاف رات کے وقت ٹوٹا ہو غروب سے پہلے شروع کر کے دوسرے روز غروب کے بعد ختم کرے اور اگر دن کو اعتکاف ٹوٹا ہو تو صرف دن کی قضاء واجب ہے۔ صبح صادق سے قبل شروع کر کے غروب آفتاب تک اعتکاف کرے۔

۱۰۔ ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کسی کی سخت بیماری کیوجہ سے اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۱۱۔ جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور غسل خواہ فرض ہو یا مستحب اس کے لئے معتکف نکل سکتا ہے۔

۱۲۔ کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے مثلاً قضاء حاجت کے لئے تو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے یا میل دور کرنے کے لئے غسل کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر بیت الخلاء اور غسل خانہ ایک ہی ہو اور غسل کرنے میں وضو سے زیادہ وقت نہ لگے تو پھر غسل کی اجازت ہے۔

۱۳۔ معتکف کیلئے مسجد کے اندر اپنی حجامت خود بنوانا جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ بدون عوض کے کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے مگر حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنالے۔

۱۴۔ معتکف کو مسجد میں سگریٹ یا حقہ وغیرہ پینا جائز نہیں اس سے اجتناب کیا جائے۔ اسی طرح سگریٹ نوشی وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا بھی جائز نہیں۔

۱۵۔ مسجد گرنے لگے اور معتکف کے دب۔ جانے کا خطرہ ہو' یا کسی نے زبردستی اس کو مسجد سے نکال دیا' یا ایسی بیماری لگی کہ مسجد میں اسکا ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ ان صورتوں میں اس کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ البتہ گناہگار نہیں۔

۱۶۔ اگر اعتکاف کے وقت یہ نیت کرے کہ میں تراویح میں قرآن شریف سنانے جایا کروں گا تو یہ جائز ہے۔

۱۷۔ معتکف اگر ڈاکٹر ہو تو وہ مریض کو مسجد میں دیکھ کر اور اسکا حال سن کر نسخہ لکھ سکتا ہے اور علاج کرا سکتا ہے۔

۱۸۔ معتکف کو بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہ تحریمی ہے اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں۔

۱۹۔ معتکف کی مسجد میں اگر جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد جا سکتا ہے۔ لیکن اس ترتیب سے کہ اتنی دیر پہلے پہنچ جائے کہ خطبہ سے قبل دو رکعت نفل تحیۃ المسجد اور چار رکعات سنت مؤکدہ اطمینان سے پڑھ لے۔ پھر جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعت سنت پڑھ کر اعتکاف والی مسجد میں واپس لوٹے۔

۲۰۔ احتلام ہو جائے تو اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا البتہ چاہیے کہ آنکھ کھلتے ہی پہلے تیمم کرے اور پھر فوراً غسل کے لئے نکل جائے۔

<u>عورتوں کا اعتکاف:</u> عورتیں بھی اعتکاف کی فضیلت سے بہرہ ور ہوسکتی ہیں۔ لیکن ان کا اعتکاف مسجدوں میں نہیں بلکہ گھروں میں ہوسکتا ہے۔ اس طرح کہ اگر گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کے لئے بنائی ہوئی ہو اسی جگہ اعتکاف

میں بیٹھ جائیں اور اگر ایسی جگہ پہلے سے نہ ہو تو اب ایسی کوئی جگہ مخصوص کریں اور اعتکاف کے لئے بیٹھ جائیں۔

۱۔ اگر عورت شادی شدہ ہو تو شوہر سے اعتکاف کی اجازت لینا ضروری ہے۔

۲۔ شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا تو اب شوہر منع نہیں کر سکتا اور اگر زبردستی منع کرے تو عورت گناہ گار نہیں۔

۳۔ ضروری ہے کہ عورت حیض و نفاس سے پاک ہو۔

۴۔ کسی عورت نے اعتکاف شروع کیا پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہوگئی تو اعتکاف قائم نہ رہا۔ اس صورت میں اس پر اسی دن کی قضاء واجب ہے۔ پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کر لے۔ اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں بھی قضاء کر سکتی ہے۔ رمضان کا روزہ ہی کافی ہو جائے گا۔ (قضاء کی تفصیل کے لئے مسئلہ نمبر ۹ ملاحظہ کریں)

۵۔ عورت کا اعتکاف گاہ' اس کے لئے مسجد کے حکم میں ہے' شرعی ضرورت کے بغیر وہاں سے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ عورت اپنی اعتکاف کی جگہ پر بیٹھ کر گھر کا کام کر سکتی ہے' دوسروں کو ہدایت دے سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ زیادہ تر اوقات تلاوت' ذکر' تسبیحات اور باقی عبادات میں گزارے دوسرے کاموں میں زیادہ وقت صرف نہ کرے۔

مرد اور عورت سب شب قدر کی جستجو کرتے رہیں اور جاگ کر اسی رات کو نوافل' اذکار' دعا اور دیگر طاعات میں گزارے اس غنیمت کو ضائع نہ ہونے دیں۔

<u>شوال کے چھ روزے:</u> من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر، یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزہ رکھ لئے تو اس کو پوری زندگی کے روزوں کا ثواب دیا جائے گا۔

<u>آداب:</u> حدیث میں آیا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کو چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے بچنے کا نام روزہ ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت سے بھی یہی مضمون معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے روزہ میں جھوٹ بولنا اور بے ہودہ باتیں نہ چھوڑیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ روزہ کے آداب کو بھی ملحوظ رکھا جائے تا کہ روزے کا جو مقصد ہے ''تقویٰ اور پرہیز گاری'' وہ حاصل ہو' مثلاً نگاہ کی حفاظت ہو۔ زبان کو جھوٹ' چغلی' غیبت' بدگوئی' جھوٹی گواہی لڑائی جھگڑے گالی گلوچ سے محفوظ رکھے۔ کان کو گانے بجانے اور ناجائز کے سننے سے محفوظ رکھے' حرام اور مشکوک مال سے خصوصاً افطار کے وقت اپنے پیٹ کو بچائے۔ ہمہ تن اللہ پاک کی طرف متوجہ رہے۔ گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے استغفار کا اہتمام رکھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: تاریخ دارالعلوم دیوبند　　مصنف: مولانا سید محبوب رضوی　　قیمت: ۔درج نہیں

ضخامت :(ہردوحصے یکجا)۱۰۰۸ صفحات　　ناشر: المیزان ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ نے ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم کی صد سالہ زندگی کے عنوان سے ایک مختصر کتاب تحریر فرمائی جس میں دارالعلوم کی تاسیس اوراس کے تعلیمی تبلیغی اور انتظامی امور کے احوال وکوائف کا مختصر اور جامع مرقع پیش فرمایا ہے مگر ضرورت اس امر کی تھی کہ دارالعلوم کی تاریخ کے اہم واقعات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے تاکہ ہندوستان اور برصغیر میں مسلمانوں کی علمی تاریخ کے لئے مواد مہیا ہوسکے۔ چنانچہ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے اس اہم کام کے لئے مولانا سید محبوب رضوی کا انتخاب کیا۔ انہوں نے یہ عظیم کام ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی ایسی جامع اور لازوال تاریخ جس کے کئی ایڈیشن نکل گئے ہیں۔ اور مختلف اداروں سے وقتاً فوقتاً یہ کتاب چھپتی چلی آرہی ہے۔ ابتداء میں حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحب قاری محمد طیب قدس سرہ کا وقیع اور علوم ومعارف سے مملو مقدمہ ہے جو کہ بذات خود ایک مستقل کتاب ہے شامل ہے، یہ نئی اشاعت المیزان لاہور والوں نے خوشنما انداز اور دیدہ زیب ٹائٹل سے پیش کی ہے۔

نام کتاب: توضیح الراشدہ　　مصنف: مفتی فدا محمد　　ضخامت : ۳۶۸صفحات

قیمت: درج نہیں　　ناشر: دارالعلوم رحمانیہ مینئی ضلع صوابی

عالم اسلام بالعموم اور برصغیر پاک وہند بالخصوص کی نامور علمی، ادبی، تاریخی، روحانی ہمہ جہت اور نابغہ روزگار شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کا نام نامی اور اسم گرامی ہم جیسے طفلان مکتب اور ہیچمدانوں کی تعریف یا تعارف کا محتاج نہیں۔ ایک عالم آپ کی عظمت شان کی معترف اوران کی علمی عبقریت کی قائل ہے۔

آپ نے مختلف النوع موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور آپ کے سحر نگار قلم کی تحریر پر ایک عالم گرویدہ ہے۔ ہر طبقے کے لئے آپ نے تصانیف لکھیں، خشک وتر موضوعات کو آپ کا قلم معجز رقم یکساں طور پر تروتازہ رکھتا ہے۔

بچوں کی عربی استعداد بڑھانے کے لئے القراءۃ الراشدہ کے نام سے انتہائی سہل اور منفرد طرز نگارش میں آپ نے کتاب لکھی ہے جو کہ عرصہ ہوا وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل اور متداول چلی آرہی ہے

الحمدللہ اس کتاب کے شامل نصاب ہونے سے طلبہ کی عربی زباندانی کی استعداد کے حوالے سے بہت ہی بہترین نتائج سامنے آئے ہیں۔

ہمارے قابل اور فاضل دوست مولانا مفتی فدا محمد صاحب مدرس دارالعلوم رحمانیہ مینی ضلع صوابی نے اس مہتمم بالشان کتاب میں قواعد نحویہ کے اجراء اور تمرین کی خاطر اس کی نحوی ترکیب اور تشریح کا اہتمام اس زیر نظر کتاب میں کیا ہے اور ماشاء اللہ کافی محنت اور مشقت سے کام لیا ہے۔ اور اپنی پوری علمی قوت طلبہ کی استعداد کے مطابق اس میں صرف کی ہے۔ یوں طلبہ علوم عربیہ کے لئے ایسا ارمغان اور سوغات تیار کیا ہے جس سے مبتدی متعلمین حظ وافر اٹھائیں گے اور دوسرے درجات عالیہ میں ان کے لئے یہ کتاب کافی ممد اور معاون ثابت ہوگی۔

نام کتاب: اخلاص اور اہل اخلاص مرتب: مولانا عبدالباری حقانی

ضخامت: ۲۹۰ صفحات قیمت: ۱۳۰/- ناشر: دارالعلوم رحمانیہ مینی ضلع صوابی

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے وما امروا الالیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اس آیت کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ مجالس مفتی اعظم میں فرماتے ہیں' اعمال حسنہ کی روح اخلاص ہے۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا وما امروا الالیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین یعنی ہم جو بھی عبادت کریں اس میں ہمارا اتمام تر مقصود مطلوب اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو' اس کے علاوہ اور کسی قسم کا داعیہ نام ونمود یا مالی منفعت عزت وشہرت وغیرہ نہ ہو' اگر ان میں سے کوئی چیز بھی دل میں پیدا ہوگئی تو دعوت خالص نہیں رہے گی۔ الا للہ الدین الخالص ایک حدیث میں سرور عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ عمل میں دو نیتیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تم نے میرے ساتھ غیر کو اسمیں شامل کرلیا تو میں یہ غیر ہی کو دے دیتا ہوں اور منطق کا مشہور مقولہ ہے نتیجہ ہمیشہ ارزل کے تابع ہوتا ہے'' حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی قدس سرہ کا مشہور ملفوظ ہے۔ الاخلاص' مالاخلاص عدم رویۃ الاخلاص فی الاخلاص۔ یعنی اخلاص کیا ہے۔ اخلاص میں اخلاص کو نہ دیکھنا یعنی محسوس نہ کرنا اخلاص ہے۔...... زیر نظر کتاب برادر محترم حضرت مولانا عبدالباری صاحب زید مجدہ کا مرتب کردہ جواہر ریزہ ہے جس میں آپ نے اخلاص اور اہل اخلاص کے متعلق بہترین نافع اور مفید مواد اکٹھا کیا ہے اور ہزار ہا صفحات کا نچوڑ اور مغز' علماء و صلحاء اور عام اردو دان طبقہ کے سامنے پیش کیا ہے اور ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اس سے حظ اور حصہ اٹھا سکتا ہے۔

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا اعلیٰ اور ستھرا ذوق عطا فرمایا ہے اس کتاب سے پہلے نقش اول کے طور پر آپ نے تقویٰ اور اہل تقویٰ کے عنوان سے ایک خوبصورت کتاب مرتب کی ہے یہ موصوف کا نقش ثانی ہے امید ہے کہ مرتب موصوف تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ جاری رکھیں گے اور امت کے سامنے ایسے جواہر ریزے پیش کرتے رہیں گے۔

اهم یہ نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں

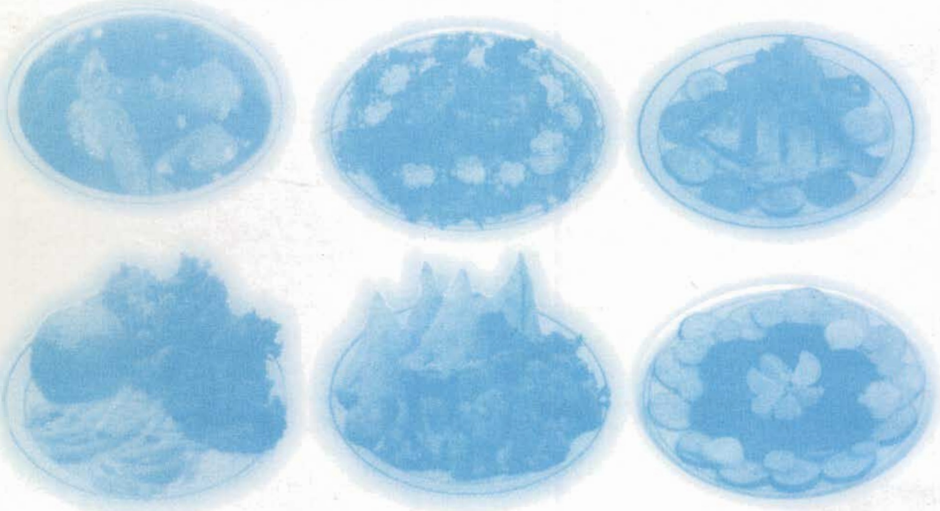

بلکہ اہم یہ ہے کہ

آپ کتنا ہضم کرتے ہیں

صحت مند رہنے کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ آپ کھاتے ہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کا معدہ غذا کو صحیح طور پر ہضم کر کے جزوِ بدن بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔

دائمی قبض، سینے کی جلن، تیزابیت، گیس، پیٹ کا درد، قے یا متلی کی کیفیت اس بات کی علامتیں ہیں کہ آپ کا ہاضمہ درست نہیں۔

کھانے پینے میں احتیاط برتیے، مرغن اور مرچ مسالے دار کھانوں سے پرہیز کیجئے اور پابندی سے نئی کارمینا لیجئے۔

ہمدرد کی نئی کارمینا تیزابیت اور گیس کے مریضوں کے لئے بھی بے ضرر اور یکساں مفید ہے

خوش ذائقہ **نئی کارمینا**

ہاضمہ دُرست، صحت بحال

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ ملاحظہ کیجئے:
Www.hamdard.com.pk

Adarts-2001

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	ردی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک